رمضان
اشراق المصابیح فی صلوٰۃ التراویح
بیس رکعت نمازِ تراویح
کی
صحیح حدیث
تالیف
شیخ اسماعیل بن محمد الانصاری
الباحث فی دار الإفتاء بالمملکة العربیة السعودیة
ترجمہ
مولانا محمد صلاح الدین مصباحی
رضوی کتاب گھر دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إشراق المصابیح فی صلوٰۃ التراویح

بیس رکعت نمازِ تراویح
کی
صحیح حدیث

تالیف

شیخ اسماعیل بن محمد الانصاری
الباحث فی دار الإفتاء بالمملکۃ العربیۃ السعودیۃ

ترجمہ

مولانا محمد صلاح الدین مصباحی

رضوی کتاب گھر
۴۲۵، اُردو مارکیٹ، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶
فون 23264524

ISBN 81-89201-16-11

کتاب کا نام : بیس رکعت نمازِ تراویح کی صحیح حدیث

تالیف : فضیلت الشیخ اسماعیل بن محمد الانصاری

(الباحث فی دار الافتاء بالمملکت العربیۃ السعودیۃ)

مترجم : مولانا محمد صلاح الدین مصباحی

نظر ثانی : مولانا محمد عبدالولی سبحانی

تصحیح : محمد ظفر الدین برکاتی

ناشر : رضوی کتاب گھر۔ دہلی

باہتمام : امام شافعی فاؤنڈیشن ممبئی

کمپوزنگ : رضوی کمپیوٹر پوائنٹ، دہلی

سالِ اشاعت : جنوری 2010ء

تعداد اشاعت : 1100

صفحات : 64

کتاب ملنے کے پتے

۱) رضوی کتاب گھر 425 مٹیا محل اردو مارکیٹ جامع مسجد دہلی۔۶

۲) دفتر امام شافعی فاؤنڈیشن۔ 4/7 امیر باغ نمبر ۲، چمبور ممبئی۔۸۹۔ 9892204755

۳) جناب ندیم قریشی ایم ایم کمیونیکیشن، درگاہ مسجد کے سامنے، ڈاکیا روڈ، مجگاؤں، ممبئی۔۱۰

۴) نیو سلور بک ایجنسی 14، محمد علی روڈ، بھنڈی بازار، ممبئی۔۳

۵) اقراء بکڈپو، محمد علی روڈ۔ ممبئی۔۳، (۶) ناز بکڈپو، بھنڈی بازار، ممبئی۔۳

فہرست مضامین

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

عرض ناشر

شافعی مسلک کی ترویج واشاعت کے لئے ''امام شافعی فاؤنڈیشن''، ممبئی کا قیام عمل میں آیا۔ اللہ کے فضل وکرم سے اب تک قطبِ کوکن حضرت مخدوم علی ماہمی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق تفسیر القرآن (تفسیر رحمانی) کے سورۂ بقرہ کا اردو ترجمہ، احکام شافعی (سفینۃ النجاء) اردو، اور ہندی میں فیض شافعی (مختصر بافضل) اور ''سیرتِ امام شافعی'' اردو کو شائع کرکے دادِ تحسین حاصل کی ہے اور اب ''بیس رکعت نمازِ تراویح کی صحیح حدیث'' کے نام سے یہ مختصر کتابچہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔

ہمیں منکرین ائمہ سے کلام نہیں ہمارا مقصد تو مقلدین حضرات کو حقیقت سے آشنا کرانا ہے۔ ہمارے لئے فخر کی بات یہ ہے کہ ہم جو عمل کرتے ہیں اس پر تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل رہا ہے، کتاب علمی ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ عوام کو سمجھنے میں تھوڑی دشواری ہو مگر اِس کتاب کے پڑھنے کے بعد ائمۂ کرام کی حقانیت ہمارے سامنے عیاں ہوکر سامنے آجائے گی۔

ہم ان تمام علمائے کرام کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس کتاب کو منظرِ عام پر لانے میں ہماری رہنمائی فرمائی۔ مزید ان حضرات کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جن کے تعاون کی بدولت یہ کتاب آپ تک پہنچی۔ اطلاع کے لیے عرض ہے کہ یہ کتاب پہلی بار امام شافعی فاؤنڈیشن ممبئی کے زیر اہتمام شائع ہوئی تھی لیکن اب رضوی کتاب گھر دہلی سے شائع ہو رہی ہے۔

خداوند کریم سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس ناچیز کاوش کو قبول فرمائے، اِس سے مسلمان بھائیوں کو فائدہ پہنچائے، آئندہ کے کاموں میں مدد فرمائے اور ہر مشکل کو آسان کرے۔ آمین

اراکین امام شافعی فاؤنڈیشن ممبئی

عرض مترجم

آج قومِ مسلم کا ہر فرد بالخصوص نوجوانوں کا طبقہ بے یقینی کے دلدل اور تذبذب کے سمندر میں ڈوبتا جارہا ہے، غلط افکار، باطل نظریات اور دین میں جدت پسندی کا دلدادہ بنتا جارہا ہے۔

یہ علم دین ہے، اسے کس سے سیکھ رہے ہو! دیکھو! یہ دین سینہ بہ سینہ اسلاف نے ہم تک پہنچایا ہے، کاغذوں کی تحریروں سے نہیں پہنچا ہے۔ روایت اور درایت دونوں علم کے اہم اصول ہیں۔ صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین اور بزرگانِ دین نے اس امانت کو ہم تک پہنچایا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ہے ''میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں تم جس کا اتباع کروگے ہدایت پاجاؤگے'' نیز فرمایا ''اے لوگو! تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت لازم ہے'' جب ایک صحابی کا اتباع راہِ ہدایت ہے تو تمام خلفاء بلکہ تمام صحابہ کا بیس رکعت تراویح پر اتفاق کرلینا بیس رکعت تراویح کے ثبوت پر سب سے بڑی دلیل ہے اسی کو تلقی بالقبول کہا جاتا ہے اور حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہوجانے کے بعد اسناد سے بے نیازی ہوجاتی ہے باوجودیکہ اس بارے میں صحیح حدیث بھی مروی ہے، قارئین کرام عنقریب ملاحظہ فرمائیں گے۔

اس مختصر تفصیل کے بعد بھی ذہن کا کوئی گوشہ تاریک رہ گیا ہو تو مملکت عربیہ سعودیہ کے شیخ اسماعیل بن محمد انصاری مالکی (ولادت ۱۳۴۰ھ) کی علمی اور تحقیقی کتاب کا ورق الٹئے اور اپنے ذہن کو روشن کیجئے۔

اخیر میں میں اپنے کرم فرما جناب مفتی مولانا محمد عصمت بوبیرے صاحب مصباحی کا بیحد ممنون ہوں جنہوں نے ہمیں قلم پکڑنا سکھایا اور شفقتوں سے نوازا، ساتھ ہی ساتھ ''امام شافعی فاؤنڈیشن''، ممبئی کا بھی مشکور ہوں جس نے اشاعت کی ذمہ داری قبول کرکے ہمیں سبکبار کردیا، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقہ مفتی صاحب موصوف کا سایہ تادیر قائم ودائم رکھے اور فاؤنڈیشن کے نیک مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے آمین بجاہِ سید المرسلین و صلی اللہ علی سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین

محمد صلاح الدین مصباحی

عرض مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العٰلمين والصلوٰة والسلام على سيدنا

محمد سيد المرسلين و علىٰ اٰله وصحبه اجمعين۔

امابعد! یہ کتاب اس بحث کا ایک جز ہے جس سے میں نے شیخ ناصر الدین البانی کا تراویح کے سلسلہ میں حدیث ابن خصیفہ کے مقصد تصنیف کا رد کیا ہے، جس حدیث کو البانی نے ضعیف قرار دیا ہے کہ کہیں اس کے باطل دعویٰ کی صورت میں یہ نہ سمجھا جائے کہ تراویح نوافل مطلقہ سے نہیں، اور یہ کہ تراویح میں گیارہ رکعت پر اضافہ، ظہر میں پانچویں رکعت کے اضافہ کی مانند یا نمازِ غائب کے مانند ہے۔

اور تحقیق کہ یہ بحث مجلّہ ''رابطۃ الاسلام'' کے اوائل سال کے بعض شمارے میں شائع ہو چکی ہے، یہ رسالہ اس وقت ریاض سے شائع ہوتا ہے، یہ ۱۳۸۰ھ کی بات ہے پھر یہ بحث مستقل کتابی صورت میں ۱۳۸۴ھ میں ریاض سے طبع ہوئی، پھر اس کتاب کے نسخے نایاب ہو چکے تھے، بایں سبب میں نے اس سے نفع کی امید لیے طباعت ثانی کا ارادہ کیا پھر اس کتاب کو میں نے مندرجۂ ذیل امور پر ترتیب دیا ہے:

- ❖ حدیث یزید بن خصیفہ کا بیان اور اس حدیث کے مصححین کا ذکر
- ❖ اس حدیث کی تضعیف میں البانی کے مستندات کا ذکر
- ❖ البانی کے مستندات کا جواب
- ❖ تراویح کا نوافل مطلقہ سے ہونے کا اثبات اور تراویح میں اضافہ، ظہر میں اضافہ کے مانند نہیں ہے۔

اللہ سے درخواست ہے کہ اس عمل کو خالص اپنی رضا کے لیے قبول کرے، اس سے نفع پہنچائے، بے شک وہ اس پر قادر ہے، خدا میرے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے۔

اسماعیل انصاری

اِدِلَّةُ الْجَمَاهِيْر

فقه السنة ۔شيخ اسمعٰيل ابن احمد نليكوت المليبارى

وَاسْتَدَلَّ الْجَمَاهِيْرُ بِاَدِلَّةٍ كَثِيْرَةٍ ۔ الاول اجماع الصحابة قال ابن حجر كمااطبقوا عليه فى زمان عمر رضى الله عنه (تحفة ص ٢/٢٤٠)وعبارة شرح بافضل اجمع عليه الصحابة(شروانى ص ٢/٢٤٠)

لان عمر لماجمع الناس على امام واحد بعشرين ركعة لم ينكرعليه احد من الصحابة ۔ولو كان هذا الفعل مخالفا للشريعة وبدعة لم يتفقوا عليه ۔لان الصحابة كانو ا محترزين كل شىء من اَمور الدين عن البدعة۔

روى ابو داؤد :ان عمر جمع الناس على ابى بن كعب فكان يصلى لهم عشرين ركعة (ابوداؤد ص ١/٢٠٩ باب القنوت فى الوتر)

وروى ايضاً عن حارث بن عبدالرحمٰن عن السائب بن يزيد ۔قال كان القيام على عهد عمر رضى الله عنه بثلاث و عشرين ركعة (موطا ص ٤٠۔)

وقال البيهقى فى السنن ص٢/٤٩٦ اخبرنا ابو عبدالله الحسين بن محمد الحسين بن فنجويه الدينورى بالدامغان ۔ثنا احمد بن محمد بن اسحق السنى۔أنبأنا عبدالله بن محمد بن عبدالعزيز البغوى۔ ثناعلى بن الجعد ۔انبأنا ابن ابى ذئب ۔عن يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد قال كانو ا يقومون على عهد عمر بن الخطاب رضى الله عنه فى شهر رمضان بعشرين ركعة ۔قال وكانوا يقرؤون بالمئين۔وكانو ا يتوكؤون على عصيهم

فی عهد عثمان بن عفان رضی الله عنه من شدة القیام۔

وهـذا اسـنـاد صحیح رجاله کلهم عدول ثقات۔اما ابوعبدالله الحسین ابن محمد الحسین بن فنجویه فهو من کبار المحدثین فی زمـانـه لایسأل عن مثله۔ذکره الذهبی نفسه فی تذکرة الحفاظ فی تـرجـمة تمام بن ابی الحسین الرازی ۔وقال النیموی فی تعلیقه هو من کبار المحدثین لایسأل عن مثله ۔

واما احمد بن محمد اسحق المعروف بابن السنی ۔هو صاحب کتـاب"عـمـل الیوم والـلیـلة"وراوی سنن النسائی۔وصفه الذهبی نـفسـه بـقـولـه : کان دیناخیراصدوقا۔ وأ ما عبدالله بن محمد بن عبـدالـعزیز البغوی ۔فهو ثقة ثبت فهم عارف سئل الدار قطنی عنه فـقـال ثـقة امـام جبـل اقـل المشایخ خطأ وعلی بن الجعد ۔هو احد شیوخ البخاری۔ذکره الحافظ فی التقریب وقال ثقة ثبت۔

واما ابن ابی ذئب فثقة فقیه فاضل واما یزید بن خصیفة فهو یـزیـد بن عبدالله بن خصیفة بن عبدالله بن یزید الکندی المدنی وقد ینسب لجده و ثقه احمد وابو حاتم والنسائی وابن سعد وابن حبـان وابـن عبدالبر وقال ابن معین ثقة حجة وقد اتفق البخاری ومسلم علی اخراج حدیثه۔

وامـا الـسـائـب بـن یـزیـد بـن سـعیـد بـن ثـمامة الکندی ۔فهو صـحـابـی صـغـیـر حج به ﷺ حجة الوداع ۔ وهو ابن سبع سنین وولاه عمر سوق المدینة اخرج له الجماعة۔

وقـد صـحـح اسـنـاد هـذا الاثـر غیـر واحـد من الحفاظ منهم الـنـووی فـی "الـخـلاصة والـمـجـمـوع" وابـن الـعـراقی فی "طرح التثریب" والسیوطی فی "المصابیح" وغیرهم۔

ولا نـعـلـم ان احدا من أئمة اهل العلم من المتقدمین قد ضعفه واما ادعـاء بـعـض الـمـعـاصـریـن ان الشـافـعی قد ضعفه مستد لا بتـصـدیـره ایـاه " بروی" فوهم لان الشافعی رحمة الله قد اخذ به واستحبه وهولایأخذ بالحدیث الضیعف۔

والـمتـقـدمـون کالشافعی واضرابه لایتقیدون بهذا المصطلح الـذی تـعـارف عـلیـه بـعض الـمتأ خرین کالمنذری والنووی فهم یـوردون الـحـدیـث الصحیح بصیغة التمریض فی کتبهم ۔ یفعلون ذالك روما للاختصار۔

وروی البیـهـقـی بـاسناد صحیح انهم کانوا یقومون علی عهد عـمـر رضی الله عنه بعشرین رکعة ۔ وعلی عهد عثمان وعلی بمثله (سـنـن البیهقی۔ ص٤١٥)وصحح النووی الحدیث المذکور۔ (کما فی شرح المهذب ص ٣/٣٢)

واخـرج ابـن ابی شیبة عـن مـالك ابـن انـس عن یحیی بن سـعیـد ان عـمـر بـن الـخـطـاب امرر جلایصلی بهم عشرین رکعة مصنف ص ٢/٣٩٢۔

واخــرج هـذا الـحـدیــث ایضاً نیل الاوطـار ص١/٦٣ قـال السـائـب کـنا نقوم فی زمن عمر بن الخطاب بعشرین رکعة والوتر ۔موطـا ص ٤٠ ۔قـال الـنـووی ۔فـی الـخـلاصة ۔اسـنـاده صحیح وصـحـحـه السبکی فی شرح المنهاج فتاویٰ السیوطی ص ١/٣٥۔

واخرج عبدالرزاق عن داؤد بن قیس وغیره عن محمد یوسف عن السـائـب ابـن یـزیـد۔ ان عـمر جمع الناس فی رمضان علی ابی بن کـعـب ۔وعـلـی تـمـیـم الـداری علی احدی وعشرین رکعة ۔یقرؤون بالمئین و ینصرفون عندفروع الفجر۔

فقد ثبت بالا حادیث السبعة المذکورة ان الصحابة فی زمان عمر صلوا التراویح عشرین رکعة ۔ولم نطلع فی حدیث من الاحادیث ان واحدامن الصحابة اوتابعیامن التابعین انکر علی عمرا وعلی من معه۔ ولهذا قال ابن حجر ۔اجمع علی العشرین الصحابة ۔کما تقدم فی الشروانی۔

فأی دلیل اقوی من اجماع الصحابة ۔لانهم کانوا عالمین باقواله ﷺ وافعاله ۔فیفهم منه انه ظهر لهم دلیل قوی علی انه ﷺ عشرین رکعة۔

قال الشیخ محب الله البهاری فی مسلم الثبوت لو اتفقوا علی فعل أو قول فالمختار انه کفعل الرسول لان العصمة ثابت لهم ۔لان اجماعهم کثبوتها له ﷺ ۔مسلم الثبوت هامش مستصفی ص ٢/٢٣٥۔

قال رسول الله ﷺ فی شأن عمر رضی الله عنه والذی نفسی بیده مالقیك الشیطان قط سالکا فجا الاسلك فجاغیر فجك :مسلم ٢/٢٨٦۔وقال ﷺ "ان الله جعل الحق علی لسان عمر وقلبه وقال ﷺ "فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر "طبات ابن سعید ص ٢/٣٣٦۔

الدلیل الثانی : الحدیث الذی رواه ابن ابی شیبة ۔حدثنا یزید بن هارون قال اناابراهیم بن عثمان عن الحکم ۔عن مقسم ۔عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر۔

وروی هذا الحدیث البیهقی والطبرانی ایضاً عن ابن عباس ۔ونقل القسطلانی عن ابن عباس رضی الله عنه قال کان النبی ﷺ یصلی فی رمضان فی غیر جماعة بعشرین رکعة والوتر

۔قسطلانی ص ٣/٤٢٦۔

الدلیل الثالث: کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینةعشرین رکعة ویوتر بثلاث أخرجه ابن ابی شیبة فی مصنفه۔ قال البذل اسناده مرسل قوی۔

الدلیل الرابع: ماروی عن عطاء قال ادرکت الناس یصلون ثلاثا وعشرین بالوتر۔ رواه ابن ابی شیبة قال البذل اسناده حسن۔

الدلیل الخامس: ماارواه ابو الحصیب قال۔ کان یؤمناسوید بن غفلة فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعة ۔رواه البیهقی ۔قال البذل اسناده حسن۔

الدلیل السادس: عن نافع عن ابن عمر کان ابن ابی ملیکة یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعة ۔رواه بن ابی شیبة قال البذل اسناده صحیح۔

الدلیل السابع: عن سعید بن عبید ان علی بن ربیعة کان یصلی بهم فی رمضان خمس ترویحات ۔و یوتر بثلاث ۔رواه ابن ابی شیبة فی مصنفه قال البذل اسناده صحیح۔

الدلیل الثامن: قال الشافعی رحمة الله هکذا ادرکت الناس ببلدنا۔بمکة یصلون عشرین رکعة۔ کماقاله الترمذی ۔

الدلیل التاسع: ماذکره الترمذی انه المروی عن علی الخ۔ فهو مارواه البیهقی وابن ابی شیبة ان علی بن ابی طالب امر رجلا ان یصلی بالناس خمس ترویحات۔عشرین رکعة۔

الدلیل العاشر: روی البیهقی ایضاً ان علی بن ابی طالب دعا القراء فی رمضان فامر منهم رجلاً یصلی بالناس عشرین رکعة وکان علی یوتربهم۔

الدلیل الحادی عشر: مافی قیام اللیل قال الاعمش .کان ابن مسعود یصلی عشرین رکعة ویوتر بثلاث.

الدلیل الثانی عشر: روی عن شتیربن شکل .انه کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر.ابن ابی شیبة ص ۲/۲۸۵۔

الدلیل الثالث عشر. عن ابی البختری. انه کان یصلی خمس ترویحات فی رمضان ویوتربثلاث ابن ابی شیبة.ص ۲/۲۸۵۔

☆☆☆

علمائے جمہور کے دلائل

فقه السنة .شیخ اسمٰعیل ابن احمد نلیکوت الملیباری

جماہیر نے بہت سی دلیلوں سے استدلال کیا ہے۔اول اجماع صحابہ۔ابن حجر نے کہا کہ اس پر صحابہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اتفاق رہا۔(تحفۃ ص ۲/۲۴۰)اور شرح بافضل کی عبارت کہ اس پر صحابہ کا اجماع رہا۔(شروانی ص ۲/۲۴۰)

اس لئے کہ جب حضرت عمر نے لوگوں کو ایک امام کی اقتدا میں بیس رکعت پڑھنے کیلئے جمع فرمایا تو اس پر صحابہ میں سے کوئی بھی نکیر نہ ہوئے اور اگر یہ فعل شریعت کے مخالف اور بدعت ہوتا تو اس پر صحابہ متفق نہ ہوتے کیونکہ صحابہ دینی امور میں ہر قسم کی بدعت سے پرہیز کرنے والے تھے۔

ابوداؤد نے روایت کیا کہ بے شک حضرت عمر نے ابی بن کعب کے پیچھے جمع فرمادیا تو وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز پڑھاتے تھے۔(ابوداؤد ص ۲۰۹/۱باب القنوت فی الوتر)

اور نیز حارث بن عبدالرحمٰن سے بروایت سائب بن یزید مروی ہے فرمایا کہ حضرت عمر کے زمانہ میں تیئیس رکعت پڑھی جاتی تھیں۔(مؤطا ص ۴۰)

اور بیہقی نے سنن ص ۲/۴۹۶، میں فرمایا کہ ہم کو خبر دی ابوعبداللہ الحسین بن محمد حسین بن فنجویہ الدینوری بالدامغان نے ان سے حدیث بیان کی احمد بن محمد بن اسحاق السنی نے ان کو خبر دی عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز البغوی نے ان سے حدیث بیان کیا علی بن الجعد نے ان کو خبر دی ابن ابی ذئب نے انہوں نے روایت کی یزید بن نصیفہ سے انہوں نے روایت کی سائب بن یزید سے فرمایا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ ماہِ رمضان میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔فرمایا اور وہ لوگ مئین سورتیں پڑھتے تھے اور عثمان بن عفان کے زمانہ میں لوگ طویل قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں پر ٹیک لگاتے تھے۔

اور یہ اسناد صحیح ہے اس کے کل راوی عادل ثقہ ہیں اور ابوعبداللہ الحسین بن محمد

الحسین بن فنجویہ، یہ تو اپنے زمانہ میں وحید عصر محدثین کبار میں سے تھے اس کو خود ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ فی ترجمۃ تمام بن ابی الحسین الرازی میں ذکر کیا ہے اور نیموی نے اپنی تعلیق میں فرمایا کہ وہ وحید عصر محدثین کبار میں سے ہیں اور احمد بن محمد بن اسحاق جو ابن السنی سے مشہور ہیں یہ عمل الیوم واللیلۃ کے مصنف اور سنن نسائی کے راوی ہیں ان کو خود ذھبی نے اپنے اس قول سے موصوف کیا ہے کہ وہ دیندار صاحب خیر کریم ہمیشہ سچ بولنے والے تھے اور عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز البغوی تو یہ ثقہ ہیں مستقل مزاج صاحب فہم صاحب عارف ہیں ان کے بارے میں دارقطنی سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ثقہ امام جبل بہت کم لغزش والے مشائخ سے ہیں اور علی بن الجعد یہ تو بخاری کے شیوخ میں ایک شیخ ہیں اسکو حافظ نے التقریب میں ذکر کیا ہے اور فرمایا ثقہ مستقل مزاج ہیں۔ اور ابن ابی ذئب تو یہ ثقہ فقیہہ فاضل ہیں۔ اور یزید بن خصیفہ پس وہ یزید بن عبداللہ بن خصیفہ بن عبداللہ بن یزید الکندی المدنی ہیں اور کبھی یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اور ان کو ثقہ قرار دیا ہے احمد اور ابو حاتم اور نسائی اور ابن سعد اور ابن حبان اور ابن عبدالبر نے اور ابن معین نے انہیں ثقہ اور قابل حجت کہا ہے اور بخاری و مسلم ان سے حدیث لینے پر متفق ہیں۔

اور سائب بن یزید بن سعید بن ثمامہ الکندی تو وہ کم عمر صحابی ہیں انہوں نے حجۃ الوداع میں حضور ﷺ کے ہمراہ حج ادا کیا ہے جبکہ وہ سات سال کی عمر کے تھے اور حضرت عمر نے ان کو مدینہ شریف کے بازار کا والی (نگراں) مقرر فرمایا اس کو محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔

اور اس حدیث کی اسناد کو کئی حفاظ نے صحیح قرار دیا ہے ان میں سے امام نووی نے "الخلاصہ" اور "المجموع" میں اور ابن العراقی نے "طرح التثریب" میں اور امام سیوطی نے "مصابیح" میں اور دیگر حضرات نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔

اور ہمیں علم نہیں کہ متقدمین اہل علم ائمہ میں سے کسی نے انہیں ضعیف کہا ہو۔ رہا یہ دعویٰ بعض معاصرین کا کہ امام شافعی نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ ان کا

رُوِیَ کالانا اس بات کی دلیل ہے تو یہ وہم اسلئے کہ امام شافعی نے ان سے روایت لی ہے اور اس کو پسند کیا ہے حالانکہ وہ ضعیف حدیث کو نہیں لیتے۔

اور متقدمین جیسے امام شافعی اور ان کے ہم مثل یہ حضرات اس اصطلاح کو مقید نہیں کرتے جس طرح سے بعض متاخرین جیسے منذری اور نووی نے تعارف پیش کیا ہے یہ حضرات تو صحیح حدیث کو بھی اپنی کتابوں میں صیغۂ تمریض سے لاتے ہیں ایسا صرف اختصار کی غرض سے کرتے ہیں۔ اور بیہقی نے اسناد صحیح کیساتھ روایت کیا ہے کہ وہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت ادا کرتے تھے اور حضرت عثمان اور حضرت علی کے زمانہ میں بھی اسی کی مثل۔ (سنن البیہقی ص ۴۱۵) اور امام نووی نے حدیث مذکور کو صحیح کہا ہے جیسا کہ شرح المہذب ص ۳/۳۲ میں ہے۔

ابن ابی شیبہ نے مالک بن انس سے روایت کی انہوں نے یحییٰ بن سعید سے کہ بے شک عمر بن خطاب نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز پڑھائیں۔ (مصنف ص ۲/۳۹۲) اور اس حدیث کو صاحب نیل الاوطار نے بھی روایت کیا ہے۔ (ص ۱/۶۳) سائب نے کہا کہ ہم لوگ عمر بن خطاب کے زمانہ میں بیس رکعت اور وتر پڑھا کرتے تھے۔ (مؤطا ص ۴۰) امام نووی نے خلاصہ میں فرمایا کہ اس کی اسناد صحیح ہے اور اس کو سبکی نے بھی شرح المنہاج فتاویٰ السیوطی ص ۱/۳۵، میں صحیح کہا ہے اور عبدالرزاق نے داؤد بن قیس وغیرہ سے روایت کی انہوں نے محمد یوسف سے بروایت سائب بن یزید کہ بے شک حضرت عمر نے ماہِ رمضان میں لوگوں کو ابی بن کعب اور تمیم داری کے پیچھے اکیس رکعت پر جمع فرمایا۔ یہ لوگ مئین (وہ سورتیں جن میں سو سے زائد آیات ہیں) سورتیں پڑھتے اور طلوعِ فجر کے وقت باز رہتے۔

پس سات احادیث مذکورہ سے یہ ثابت ہو چکا کہ صحابہ حضرت عمر کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے اور ہمیں کسی ایسی حدیث کی اطلاع نہیں کہ جس میں صحابہ یا تابعین میں سے کوئی بھی حضرت عمر اور ان کے متبعین پر نکیر ہوئے ہوں اور اسی وجہ سے تو ابن حجر نے کہا کہ بیس رکعت پر صحابہ کا اجماع ہے جیسا کہ شروانی

کے حوالہ سے پہلے بیان ہوا۔

اجماع صحابہ سے زیادہ قوی دلیل کونسی ہے اسلئے کہ یہ حضرات حضور ﷺ کے اقوال وافعال پر عمل کرنے والے تھے تو اس سے سمجھ میں آگیا اور یہ ظاہر ہوگیا کہ یہ دلیلِ قوی ہے اس بات پر کہ حضور ﷺ نے بیس رکعت پڑھی ہے۔

شیخ محبّ اللہ البہاری نے مسلم الثبوت میں فرمایا کہ اگر یہ حضرات صحابہ کسی فعل یا قول پر اتفاق کرلیں تو مختار تو یہی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے فعل کے مشابہ ہے اس لئے کہ ان حضرات کیلئے عصمت ثابت ہے اس لئے ان کا اجماع حضور ﷺ سے ثبوت کی طرح ثبوت ہے۔ (مسلم الثبوت ص ۲/۲۳۵)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر کی شان میں فرمایا کہ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے شیطان تم سے نہیں ملتا کسی راستے میں چلتا ہوا مگر وہ آپ کی راہ کے سوا دوسری راہ چلتا ہے۔ (مسلم ۲/۲۷۶) حضور ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے جناب عمر کی زبان اور دل پر حق جاری فرمادیا ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر وعمر کی پیروی کرو۔ (طبقات ابن سعید ص ۲/۳۳۴)

دوسری دلیل: وہ حدیث جس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے، ہم سے حدیث بیان کی یزید بن ہارون نے انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابراہیم بن عثمان انہوں نے روایت کی حکم سے انہوں نے مقسم سے انہوں نے ابن عباس سے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ماہ رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔

اور اس حدیث کو بیہقی اور طبرانی نے بھی بروایت ابن عباس روایت کیا ہے اور امام قسطلانی ابن عباس سے نقل کیا ہے فرمایا کہ نبی ﷺ ماہ رمضان میں بغیر جماعت کے بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔ (قسطلانی ص ۳/۴۲۶)

تیسری دلیل: ابی بن کعب ماہ رمضان میں سرزمین مدینہ شریف پر لوگوں کو بیس رکعت اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے۔ بذل نے کہا اس کی اسناد مرسل قوی ہے۔

چوتھی دلیل: عطاء کی روایت ہے فرمایا کہ میں نے لوگوں کو وتر کیساتھ تیئس رکعت پڑھتے ہوئے پایا۔ اس کو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے۔ بذل نے کہا کہ اس کی اسناد حسن ہے۔

پانچویں دلیل: وہ ہے جس کو ابوالخصیب نے روایت کیا ہے فرمایا کہ ماہِ رمضان میں سوید بن غفلۃ ہماری امامت فرماتے تو وہ بیس رکعت پانچ ترویحہ سے پڑھاتے۔ اسکو روایت کیا بیہقی نے۔ بذل نے کہا اس کی اسناد حسن ہے۔

چھٹی دلیل: نافع سے بروایت ابن عمر مروی کہ ابن ابی ملیکۃ رمضان المبارک میں ہمارے ساتھ بیس رکعت پڑھتے۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے بذل نے کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

ساتویں دلیل: حضرت سعید بن عبید سے مروی کہ بے شک علی بن ربیعہ رمضان میں لوگوں کیساتھ پانچ ترویحہ اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اپنی مصنف میں۔ بذل نے کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

آٹھویں دلیل: امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اسی طرح میں نے اپنے شہر کے لوگوں کو پایا ہے کہ مکہ شریف میں لوگ بیس رکعت پڑھتے جیسا کہ اس کو ترمذی نے کہا ہے۔

نویں دلیل: وہ ہے جس کو امام ترمذی نے ذکر کیا ہے کہ وہ مروی ہے حضرت علی سے الخ اسی کو بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ بے شک علی بن ابی طالب نے حکم دیا ایک آدمی کو کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت پانچ ترویحہ سے پڑھائیں۔

دسویں دلیل: نیز بیہقی نے روایت کیا کہ حضرت علی بن ابی طالب نے ماہِ رمضان میں قراء کو بلایا اور ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھائیں اور خود حضرت علی لوگوں کو وتر پڑھاتے تھے۔

گیارھویں دلیل: وہ جو قیام اللیل میں ہے کہ اعمش نے فرمایا کہ ابن مسعود بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

بارھویں دلیل: شتیر بن شکل کی روایت ہے کہ وہ ماہِ رمضان میں بیس رکعت تراویح اوروتر پڑھتے تھے۔(ابن ابی شیبہ ص ۲/۲۸۵)

تیرھویں دلیل: ابوالبختری سے مروی کہ وہ رمضان میں پانچ ترویحہ اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔(ابن ابی شیبہ ص ۲۸۵ رفقہہ السنۃ)

نصب الراية

للعلامه جمال الدين ابى محمد عبدالله بن يوسف الحنفي الزيلعي

حديث الاول :موقوف: رواه البيهقى فى **المعرفة** اخبرنا ابو طاهر الفقيه ثنا ابو عثمان البصرى ثنا ابو احمد محمد بن عبدالوهاب ثنا خالد بن مخلد ثنا محمد بن جعفر حدثنى يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد ، قال: كنانقوم فى زمن عمر بن الخطاب بعشرين ركعة والوتر، انتهى، قال النووى فى **الخلاصة** اسناده صحيح ،وكأنه ذكره من جهة السنن لامن جهة المعرفة، فانه ذكره بزيادة۔

حديث الثانى:رواه مالك فى **الموطأ** عن يزيد بن رومان ،قال: كان الناس يقومون فى زمان عمر بن الخطاب فى رمضان بثلاث وعشرين ركعة، انتهى .ومن طريق مالك ، رواه البيهقى فى **المعرفة** بسنده ومتنه، وفى رواية فى **الموطأ** باحدى عشرة ركعة، قال البيهقى: و يجمع بين الروايتين : بأنهم قاموا باحدى عشرة، ثم قاموا العشرين ،وأوتروابثلاث، قال: ويزيد بن رومان لم يدرك عمر، انتهى۔

قوله: لأن افراد الصحابة رضى الله عنهم ،روى عنهم التخلف "يعنى عن التراويح "ذكر ان الطحاوى رواه عن ابن عمر

وعروة و غيرهما، قال الطحاوى :ثنا فهد ثنا ابو نعيم ثنا سفيان عن عبيد الله عن نافع عن ابن عمر انه كان لايصلى خلف الامام فى شهر رمضان ،ثنايونس وفهد ثنا عبدالله بن يوسف ثنا ابن لهيعة عن ابى الأسود عن عروة ،انه كان يصلى مع الناس فى رمضان،ثم ينصرف الى منزله فلايقوم مع الناس ثنا يونس ثنا انس عن عبيد الله بن عمر قال:رأيت ابى وسالماً ونافعاًينصرفون من المسجد فى رمضان ولا يقومون مع الناس ۔

قوله: والمستحب فى الجلوس بين الترويحتين مقدار الترويحة ،وكذا بين الخامسة ،و بين الوتر ،لعادة اهل الحرمين۔

ترجمہ: شہر رمضان کے قیام میں پہلی حدیث موقوف ہے جس کو بیہقی نے المعرفۃ۔ میں روایت کیا ہے۔ہم کو خبر دیا ابوطاہر فقیہہ نے ان سے حدیث بیان کیا ابو عثمان بصری نے ان سے حدیث بیان کیا ابواحمد محمد بن عبدالوہاب نے ان سے حدیث بیان کیا خالد بن مخلد نے ان سے حدیث بیان کیا محمد بن جعفر نے ان سے حدیث بیان کیا یزید بن خصیفہ نے سائب بن یزید سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم لوگ حضرت عمر بن خطاب کے زمانہ میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے انتہی۔امام نووی نے خلاصہ میں فرمایا کہ اس کی اسناد صحیح ہے اور انہوں نے اس کو سنن کے طریقے سے بیان کیا ہے نہ کہ المعرفۃ کے طریقے سے کیونکہ انہوں نے اس کو زیادتی کیساتھ بیان کیا ہے۔

دوسری حدیث جس کو امام مالک نے المؤطا میں روایت کیا ہے بروایت یزید بن رومان،فرمایا کہ لوگ حضرت عمر بن خطاب کے زمانہ میں رمضان میں تیئیس رکعت پڑھتے تھے،انتہی اور مالک کے طریقے سے اس کو بیہقی نے المعرفۃ میں اسکی سند اور متن کیساتھ روایت کیا ہے اور موطاً ہی کی ایک روایت میں ہے گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔فرمایا بیہقی نے کہ دونوں روایت جمع ہوسکتی ہیں کہ پہلے گیارہ رکعت پڑھتے بعدہٗ بیس رکعت اور تین رکعت وتر پڑھتے ۔فرمایا کہ یزید بن رومان نے حضرت عمر کو نہیں دیکھا ہے۔انتہی

یہ اس لئے کہ بعض افراد صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں تخلف یعنی پیچھے رہ جانا مروی ہے بیان کیا گیا ہے کہ بے شک طحاوی نے اس کو ابن عمر اور عروہ وغیرہما سے روایت کیا ہے چنانچہ طحاوی نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کیا فہد نے ان سے حدیث بیان کیا ابونعیم نے ان سے حدیث بیان کیا سفیان نے انہوں نے روایت کی عبید اللہ سے انہوں نے نافع سے بروایت ابن عمر کہ وہ ماہِ رمضان میں امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے، ہم سے حدیث بیان کیا یونس اور فہد نے ان سے عبداللہ بن یوسف نے ان سے ابن لہیعۃ نے بروایت ابولاسود، وہ عروہ سے راوی کہ وہ رمضان میں لوگوں کیساتھ نماز پڑھتے تھے پھر اپنے گھر کی طرف پلٹ جاتے اور لوگوں کیساتھ نماز نہیں پڑھتے، ہم سے حدیث بیان کی یونس نے ان سے انس نے بروایت عبداللہ بن عمر فرمایا کہ میں نے دیکھا اپنے باپ اور سالم اور نافع کو کہ یہ حضرات رمضان میں مسجد سے چلے جاتے اور لوگوں کیساتھ نماز نہیں پڑھتے۔

قوله: اور دو ترویحہ کے درمیان ایک ترویحہ کی مقدار بیٹھنا مستحب ہے اور ایسے ہی پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان، حرمین شریفین والوں کا یہی طریقہ تھا۔

(نصب الرایۃ لاحادیث الهدایۃ للامام الحافظ البارع العلامۃ جمال الدین ابی محمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی لمتوفی ۷۶۲ھ)

قلت : رواه في السنن ص ۷۹٦ ج ۲، قال: أخبرنا ابو عبدالله الحسين بن محمد بن الحسين بن فنجويه الدينوري، بالدامغان. ثنا احمد بن محمد بن اسحاق السني انبأ عبدالله بن محمد بن عبدالعزيز البغوى ثنا على بن الجعد انبأ ابن ابى ذئب عن يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد، قال: كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب رضى الله عنه فى شهر رمضان بعشرين ركعة قال: و كانوا يقرؤون بالمئين، وكانوا يتوكئون على عصيهم فى عهد عثمان بن عفان رضى الله عنه من شدة القيام، رجال هذا

الاسناد كلهم ثقات، ذكرها "المحقق النيموى الهندى" فى "آثار السنن" من طريق مالك.

ترجمہ: اس کو روایت کیا ہے سنن کے ص: ۴۹۶ ج: ۲، میں فرمایا کہ ہم کو خبر دی ابوعبداللہ الحسین بن محمد بن الحسین بن فنجویہ الدینوری بالدامعان نے ان سے حدیث بیان کی احمد بن محمد بن اسحاق السنی نے ان کو خبر دی عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز البغوی نے ان سے حدیث بیان کی علی بن الجعد نے انکو خبر دی ابن ابی ذئب نے انہوں نے روایت کی یزید بن خصیفہ سے انہوں نے سائب بن یزید سے، انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر بن خطاب کے زمانہ میں لوگ رمضان المبارک میں بیس بیس رکعات ادا کرتے تھے، راوی نے کہا کہ اور لوگ مئین (یعنی وہ سورتیں جن کی آیات سو سے زائد ہوں) سورتیں تلاوت کرتے تھے اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ طویل قیام کیوجہ سے اپنی لاٹھیوں پر ٹیک لگاتے تھے، اھ۔ اس اسناد کے کل راوی ثقہ ہیں اس کو محقق نیموی الہندی نے آثار السنن ص ۵۴ ج: ۲، میں کئی آدمی کی سند سے ذکر کیا ہے اور امام مالک نے موطأ باب قیام رمضان میں بیان کیا ہے اور بیہقی نے سنن ص ۴۹۶ ج ۲ میں مالک کے طریقے سے بیان کیا ہے اور طحاوی نے شرح الآثار ص ۲۰۷ میں۔ آثار السنن مع التعليق الحسن للعلامة الاجل والمحدث الاكمل محمد بن على النيموى رحمه الله تعالىٰ المتوفى ۱۳۲۲ھ (أثار السنن مع التعليق الحسن عربى)

☆☆☆

ذكر حديث يزيد بن خصيفة

وبيان من صححه من أئمة العلم

روى الامام الحافظ البيهقى فى السنن الكبرى فى باب ما روى فى عدد ركعات القيام فى شهر رمضان (٤٩٦/٢) قال: اخبرنا ابو عبد الله الحسين بن محمد بن الحسين بن فنجويه الدينورى بالدامغان، حدثنا احمد بن محمد بن اسحاق السنى، أنبأنا عبدالله بن محمد بن عبدالعزيز البغوى، حدثنا على بن الجعد، انبأنا ابن ابى ذئب،عن يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد، قال: كانوا يقومون على عهد عمربن الخطاب رضى الله عنه فى رمضان بعشرين ركعة.انتهى.

هذا حديث صححه النووى فى كتابه الخلاصة والمجموع، وأقره الزيلعى فى نصب الراية، وصححه السبكى فى شرح المنهاج وابن العراقى فى طرح التثريب والعينى فى عمدة القارى والسيوطى فى المصابيح فى صلاة التراويح وعلى القارى فى شرح الموطأ والنيموى فى آثار السنن وغيرهم.

ورغم هذا كله انكرالالبانى فى رسالته فى التراويح الزيادة على احدى عشرة ركعة، تقليداً للمباركفورى صاحب (تحفة الأحوذى)، وضعف الحديث.

☆☆☆

حدیث یزید بن خُصیفہ کا ذکر

اوراس کے مصححین أئمہ علم کا بیان

امام حافظ بیہقی نے السنن الکبریٰ کے جلد۲ص:۴۹۶ کے باب ماروٰی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان میں روایت کیا،ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حسین بن محمد بن حسین فنجویہ دینوری نے مقام دامغان میں ،ہم سے حدیث بیان کیا احمد بن محمد بن اسحاق السنی نے،ہمیں خبردی عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز بغوی نے ،حدیث بیان کیا ہم سے علی بن جعد نے ،ہمیں خبردی ابن ابی ذئب نے ،وہ یزید بن خصیفہ سے وہ سائب بن یزید سے۔انہوں نے فرمایا کہ خلیفۂ دوم عمر بن خطاب کے دورِ خلافت میں لوگ رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔انتہی۔

اس حدیث کوامام نووی نے اپنی کتاب ''الخلاصہ''اور''المجموع''میں صحیح کہا،امام زیلعی نے''نصب الرایہ''میں اسے برقرار رکھا۔ امام سبکی نے''شرح منہاج'' میں،ابن عراقی نے''طرح التثریب''میں،علامہ عینی نے''عمدۃ القاری''میں،امام سیوطی نے''المصابیح فی صلاۃ التراویح''میں اورعلی قاری نے''شرح الموطاء''میں اور نیموی نے''آثار السنن''میں اوران کے علاوہ نے اسے صحیح کہاہے۔

اوران تمام ثبوتوں کے باوجود البانی نے صاحب''تحفۂ احوذی''مبارکپوری کی تقلید میں تراویح میں گیارہ رکعت پراضافہ کا انکار کیااور حدیث کوضعیف قرار دیا۔

☆☆☆

اس حدیث کی تضعیف میں البانی کے مستندات

البانی نے چند امور سے اس حدیث مذکور کی تعلیل کا قصد کیا ہے جن کا خلاصہ ہم مندرجہ ذیل ہدیۂ قارئین پیش کرتے ہیں، یہ ہیں وہ چند امور:

ا۔امام مالک نے ''موطا'' میں محمد بن یوسف سے روایت کیا وہ سائب بن یزید سے انہوں نے فرمایا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اُبی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ دونوں، لوگوں کو گیارہ رکعت (تراویح) پڑھائیں۔

البانی کی رائے ہے کہ یہ روایت یزید بن خصیفہ کی روایت سے تقدیم میں اولی ہے، کیوں کہ یزید کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا'' وہ منکر الحدیث'' ہے اور اسے امام ذہبی نے ''المیزان'' میں وارد کیا ہے۔اور یزید کی روایت میں اضطراب ہے کیوں کہ ان سے کبھی اکیس رکعت مروی ہے اور کبھی تیئیس رکعت۔

اور لیکن محمد بن یوسف تو ان کے سائب سے قرابت کے ساتھ ساتھ حافظ ابن حجر نے انہیں ''ثقہ'' ثابت کہا ہے اور ''تقریب التہذیب'' میں یزید ابن خصیفہ کی توثیق ہی پر اکتفا کیا ہے، جب کہ محمد بن یوسف کی روایت ان کے راویوں کے اختلاف سے سالم و محفوظ ہے۔

۲۔محمد بن نصر اور ابو یعلی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کیا، حضرت جابر نے کہا کہ ابی بن کعب رسول اللہ کی بارگاہ میں آئے، عرض کیا، یارسول اللہ! میری رات کا کچھ حصہ (عبادت کا) ہے یعنی رمضان میں، فرمایا: اے ابی وہ کیا؟ کہا، میرے گھر کی عورتوں نے کہا کہ ہم (عورتیں) قرآن نہیں پڑھتیں، تو ہم آپ کی نماز کی اقتدا کریں گی، کہا: تو میں نے انہیں آٹھ رکعت پڑھائی اور وتر پڑھائی۔تو نبی ﷺ نے سکوت اختیار کیا تو یہ سنتِ رضا ہوئی۔

۳۔جوری نے عن مالک ذکر کیا کہ انہوں (مالک) نے فرمایا: جس تعداد پر عمر

بن خطاب نے لوگوں کو جمع کیا تھا میرے نزدیک محبوب و پسندیدہ ہے، اور وہ گیارہ رکعت تھی اور یہی رسول اللہ کی نماز ہے۔امام مالک سے کہا گیا: گیارہ رکعت وتر کے ساتھ؟ فرمایا ہاں، اور تیرہ رکعت کے قریب ہیں، امام مالک نے کہا'' اور میں نہیں جانتا اتنے زیادہ رکوع کہاں سے پیدا ہو گئے۔''

البانی کی رائے ہے کہ یہ روایت امام مالک کی بیس رکعت کے انکار پر دلالت کرتی ہے اور ابن عربی مالکی ''عارضۃ الاحوذی'' میں انکار کے سلسلہ میں مالک کی راہ چلے ہیں۔

۴۔بیس رکعت کی بحث کے موضوع میں امام شافعی اور امام ترمذی کا بیان صیغۂ رُوِیَ کے ساتھ ہے (اور رُوِیَ مجہول کے صیغہ ضعف کو بیان کرنے کے لئے آتا ہے) اور ''مختصر المزنی'' میں ہے کہ امام شافعی نے فرمایا'' میں نے مدینہ میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ انتالیس رکعت پڑھتے ہیں اور میرے نزدیک بیس رکعت محبوب و پسندیدہ ہے لانہٗ رُوِی عن عمر کیوں کہ یہ تعداد حضرت عمر سے روایت کی گئی ہے۔مکہ میں لوگ ایسا ہی پڑھتے ہیں اور تین رکعت وتر پڑھتے ہیں۔امام ترمذی نے اپنی ''جامع'' میں فرمایا ہے: اکثر اصحاب العلم علی ماروی عن عمر وعلی وغیرھما من اصحاب النبی ﷺ عشرین رکعة۔ کہ اکثر اصحابِ علم کا رجحان اس پر ہے جو حضرت عمر و حضرت علی اور نبی ﷺ کے صحابہ سے روایت کی گئی بیس رکعت ہے۔یہی قول سفیان ثوری، ابن المبارک اور امام شافعی کا ہے۔اور امام شافعی نے کہا کہ اسی طرح میں نے اپنے شہر مکہ میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھتے پایا ہوں۔

البانی کی رائے ہے کہ مذکورہ دونوں عبارتوں میں امام شافعی اور امام ترمذی کا صیغۂ رُوِی سے بیان کرنا صحابہ کرام سے اس کے ثبوت کی تضعیف کرنا ہے، کیوں کہ امام نووی نے ذکر فرمایا کہ صیغۂ رُوِیَ محققین کے نزدیک بیان تمریض وضعف کے لئے آتا ہے اور امام شافعی اور امام ترمذی ائمۂ محققین سے ہیں۔

۵۔وہ حدیث جس سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے قولِ رافضی کا تعاقب کیا، رافضی کا قول یہ ہے: ان علیا یصلی فی الیوم واللیلة الف رکعة۔ (حضرت

علی دِن اوررات مین ہزار رکعت پڑھتے تھے) کہا، توابن تیمیہ نے تعاقب کرتے ہوئے کہا:علی كان اعلم بسنةاى النبى، واتبع لهديته من ان يخالفه هذه المخالفة لوكان ذلك ممكنا. (علی نبی ﷺ کی سنت کے زیادہ جاننے والے اور نبی کی ہدایت کی زیادہ پیروی کرنے والے ہیں اس کی مخالفت کرنے کے بجائے اِس مخالفت میں اگر یہ (ہزار رکعت) ممکن ہو۔

البانی کہتا ہے، نظروتامل کروکہ ابن تیمیہ نے نبی ﷺ کی سنت پر اضافہ کے دعویٰ سے حضرت علی کی کیسی نزہت صفائی وستھرائی بیان کی۔ اپنے اس قول سے (وعلى كان اعلم بسنته. الخ مذکورہ قول سے) البانی کا مقصد یہ ہے کہ یہ تنزیہہ (صفائی) ابن تیمیہ کی بیس رکعت تراویح سے حضرت علی کی عام رضا پر دلالت کرتی ہے۔

۶۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث: ماكان رسول الله ﷺ مايزيدفى رمضان ولافى غيره على احدى عشرة ركعة. (رسول اللہ ﷺ رمضان اورغیر رمضان میں گیارہ رکعت پر اضافہ نہیں فرماتے تھے) یہ وہ احادیث ہیں جن سے البانی نے معارضہ (مخالفت کرنا، مقابلہ کرنا) چاہا ہے یزید ابن خصیفہ عن سائب بن یزید کی اس حدیث کا جسے ائمہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

☆☆☆

البانی کے مستندات کا جواب

البانی کے مذکورہ معارضہ (مخالفت کرنے) کے ہم دوجواب دیں گے، ایک مجمل، دوسرا مفصل، اور یہ آغازِ بحث کی گھڑی (شروعات) ہے اوراللہ سے امید توفیق کی ہے اور میرا بھروسہ اللہ پر ہے کہ اسی کی طرف پلٹنا ہے، تو میں کہوں گا کہ جواب مجمل یہ ہے کہ جب حدیث کا معنی تلقّی بالقبول کا درجہ پالے جیسا کہ حدیث یزید ابن خصیفہ کے معنی کو تلقی بالقبول حاصل ہے تو اسانید حدیث کے تتبع وتلاش کی حاجت نہیں رہتی، کیوں کہ تلقی بالقبول صفات قبول کا ایک بلند درجہ ہے۔ خطیب نے الفقيه والمتفقه میں قضاء کے بارے میں حدیث معاذ پر گفتگو کرتے ہوئے کہا: ان اهل العلم قد تلقوه واحتجوابه فوفقنابذلك على صحته عندهم. بے شک اہل علم نے حدیث معاذ کو تلقی بالقبول کا درجہ دیا اور اس سے حجت وسند لائے ہیں۔

تو اس سے حدیث معاذ کا لوگوں کے نزدیک صحیح ہونے پر ہم توافق کریں گے، جیسا کہ ہم نے رسول اللہ کے قول لا وصية لوارث (وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں) اور سمندر کے بارے میں رسول اللہ کے قول هو الطهور ماؤه (پاک ہے سمندر کا پانی) اور رسول اللہ کے قول: اذا اختلف المتبايعان فى الثمن والسلعة قائمة تحالفا و تزاداالبيع. (جب بائع ومشتری ثمن میں اختلاف کریں اور سامان قائم وباقی ہو تو دونوں قسم کھائیں اور بیع فسخ کردیں) کی صحت پر توافق پیش کیا ہے۔ اگرچہ کہ یہ احادیث ازروئے اسناد ثابت نہیں ہیں لیکن جب انہیں جماعت عن جماعت نے تلقی بالقبول کا درجہ دیا تو لوگ حدیثوں کی صحت کے سبب اس کی اسناد کے طلب سے بے نیاز ہو گئے تو ایسا ہی حدیث معاذ سے جب تمام محدثین نے حجت وسند پیش کیا تو لوگ حدیث معاذ کی اسناد کی طلب سے بے نیاز ہو گئے۔ ابن قیم نے اعلام الموقعين میں اسے نقل کیا پھر اس پر اپنی رضامندی ظاہر کی اور علامہ سیوطی نے تدريب الراوى میں فرمایا کہ حدیث کی صحت کا حکم

دیا جائے گا جب کہ لوگ اسے تلقی بالقبول کا درجہ دیدیں اگر چہ کہ اس کی اسناد صحیح نہ ہو۔ ابن عبدالبر نے الاستذکار میں کہا کہ جب امام ترمذی سے حکایت کی گئی کہ امام بخاری نے حدیث بحر هوا الطهور ماؤه (سمندر کا پانی پاک ہے) کو صحیح فرمایا جب کہ محدثین از روئے اسناد اسے صحیح نہیں کہتے، لیکن یہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے، کیوں کہ علماء سے اسے تلقی بالقبول حاصل ہے۔ اور التمهيد میں کہا حضرت جابر نے نبی ﷺ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا الدينار اربعة وعشرون قيراطا۔ (ایک دینار چوبیس قیراط کا ہوتا ہے) کہا: علماء کے قول میں ہے "اور لوگوں کا معنی حدیث پر اجماع اسناد سے بے نیاز کر دیتا ہے اور صنعانی نے توضیح الافکار میں کہا کہ حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ قبول کے جملہ صفات میں سے کہ ہمارے شیخ زین الدین عراقی نے اپنی منظوم و شرح منظوم میں ان صفات قبول کی مخالفت نہیں کی کہ علما، مدلول حدیث کے عمل پر اتفاق کر لیں کیوں کہ پہلے مدلول مقبول ہوتا ہے تب اس پر عمل واجب ہوتا ہے، اور تحقیق کہ ائمۂ اصول کی ایک جماعت نے اس کی تصریح فرمائی۔ اس کی ایک مثال امام شافعی کا یہ قول ہے (امام شافعی نے فرمایا) اور جو میں نے کہا کہ جب پانی کا ذائقہ، بو اور رنگ نجس شئی کے خلط ملط سے متغیر ہو جائے تو وہ پانی نجس ہو جائے گا۔ نبی ﷺ سے من وجہ روایت کی گئی ہے جس کے مثل کو محدثین ثابت نہیں مانتے، لیکن اس سلسلہ میں اختلافِ جمہور کا ہمیں علم نہیں اور حدیث لا وصية لوارث کے بارے میں کہا کہ اہل علم اس حدیث کو ثابت نہیں مانتے لیکن اس حدیث کو جمہور سے تلقی بالقبول حاصل ہے اور اس پر جمہور کا عمل بھی ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بیس رکعت تراویح کی حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔ ابن عبدالبر نے کہا کہ یہ حدیث ابی ابن کعب سے صحابہ کے مابین بغیر کسی اختلاف کے صحیح ہے اور امام ترمذی نے اپنی "جامع" میں فرمایا کہ اکثر اصحاب علم کا رجحان اس پر ہے جو حضرت عمر و علی اور دوسرے صحابہ سے بیس رکعت مروی ہے، اور یہی قول سفیان ثوری، ابن مبارک اور امام شافعی کا ہے، اور امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے اپنے شہر

مکہ میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھتے پایا۔ ابن رشد نے بداية المجتهد میں کہا کہ امام مالک نے اپنے دو قول میں سے ایک میں، اور ابو حنیفہ، شافعی، احمد اور داؤد نے وتر کے علاوہ بیس رکعت اختیار و پسند فرمایا۔ ابن عبدالبر نے کہا کہ یہی جمہور علماء کا قول ہے، اور ہمارے نزدیک یہی مختار و پسندیدہ ہے۔ اس عبارت کو حافظ ابن عراقی نے طرح التثريب میں ان سے نقل فرمایا۔ ابن عراقی نے کہا کہ اسی قول کو ابو حنیفہ، شافعی احمد اور جمہور نے اپنایا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی "مصنف" میں اسے عمر و علی و ابی و شتیر بن شکل، و ابن ابی ملیکہ و حارث ہمدانی و ابو البختری سے روایت کیا ہے۔

امام ابن تیمیہ نے "الفتاویٰ" میں کہا کہ یہ ثابت ہے کہ ابی بن کعب رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھاتے تھے، اور تین رکعت وتر، تو اکثر علماء کی رائے اسی کے سنت ہونے کی ہے، کیوں کہ ابی بن کعب نے انصار و مہاجرین کے درمیان پڑھا اور کسی نے انکار نہیں کیا۔ مجموعة الفتاوىٰ النجدية میں ہے کہ شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے عدد تراویح کے سوال کے جواب میں ذکر کیا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب کی امامت میں جمع فرمایا تو لوگ بیس رکعت پڑھتے تھے، اس کے علاوہ بہت سے نقول کثیرہ و روایاتِ وافرہ ہیں جس سے سلف و خلف کا تراویح میں گیارہ رکعت پر اضافہ کا تلقی بالقبول مستفاد ہوتا ہے، تو اگر حدیث یزید بن خصیفہ کے لئے سوائے تلقی بالقبول کے اور کچھ نہ ہوتا تو بھی اسکی تصحیح کے لئے یہی کافی تھا، تو تلقی بالقبول کے ساتھ صحتِ سند بھی موجود ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا۔

☆☆☆

البانی کے رد کا مفصل جواب مندرج ذیل ہے

ا۔ یزید بن خصیفہ مشہور تابعی ہیں اور ان سے مروی اثرم کی روایت میں امام احمد، ابوحاتم، نسائی اور ابن سعد نے انہیں ثقہ کہا ہے، اور ان کے بارے میں یحییٰ بن معین نے کہا: ثقة حجة وہ ثقہ حجت ہیں) اور امام مالک اور تمام ائمہ نے ان سے حجت وسند لائے ہیں۔ اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے، اور اس کی شرح وبسط حافظ ابوالحجاج مزّی کی کتاب ''تہذیب الکمال'' میں اور حافظ ابن حجر کی دو کتابیں '''تہذیب التہذیب'' اور ''ہدی الساری'' میں ہے لیکن آجری نے ابوداؤد سے روایت کی کہ امام احمد نے یزید بن خصیفہ کے بارے میں کہا ہے کہ ''وہ منکر الحدیث ہے'' اسی وجہ سے البانی نے اس کی تعلیق کی ہے۔

تو اس کا جواب ہم یہ دیں گے کہ حافظ ابن حجر نے ''ہدی الساری'' میں اس روایت کے ذکر کے بعد فرمایا: قلت هذه اللفظة (منکر الحدیث) يطلقها احمد على من يغرب على اقرانه بالحديث، عرف ذلك بالاستقراء من حاله۔ (میں کہتا ہوں لفظ ''منکر الحدیث'' کا اطلاق امام احمد اس راوی پر کرتے ہیں جو اپنے ہم عصروں میں نادر وغریب حدیث بیان کرے، اس کی معرفت راوی کے حال کے استقراء وتلاش سے ہوتی ہے) پھر حافظ ابن حجر نے فرمایا اور تحقیق کہ امام مالک اور تمام ائمہ ابن خصیفہ سے حجت وسند لائے ہیں تو حافظ ابن حجر کے اس کلام سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ امام احمد کا لفظ منکر الحدیث کے اطلاق سے راوی کی روایت میں جرح وقدح مقصود نہیں ہے بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ راوی احادیث کے بیان کرنے میں اپنے ہم عصروں سے منفرد ویگانہ ہے۔ امام ذہبی نے المیزان میں علی بن مدینی کے ترجمہ میں کہا کہ جب ثقہ حافظ بیان احادیث میں منفرد ہو تو وہ راوی ارفع اور اس کا رتبہ اکمل، اور علم اثر (حدیث کا علم) اور اس کے ضبط کے سبب راوی کے اعتناء پر بڑی دلیل ہے ان اشیاء پر جسے اس کے ہم عصروں نے نہ جانا، خدا نہ کرے مگر یہ کہ جب کسی

شئی میں راوی کا غلط و، وہم ظاہر ہو جائے تو اس کو بیان کیا جائے گا۔

پھر امام ذہبی نے فرمایا: تو رسول اللہ ﷺ کے صغار وکبار صحابہ پر پہلی نظر ڈالو، ان میں کوئی بھی نہیں مگر کسی سنت کی روایت میں وہ ضرور منفرد ہیں تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ حدیث اس کے متابع نہیں؟ اور ایسے ہی تابعین میں سے ہر ایک کے پاس جو علم ہے وہ دوسرے کے پاس نہیں، الخ۔ اور یہ تو معلوم ہے کہ حدیث تراویح میں ابن خصیفہ نے نہ تو غلط کیا ہے اور نہ ہی منفرد ہیں، لیکن المیزان میں امام ذہبی کا یزید بن خصیفہ کو وارد کرنا ابن خصیفہ کی تضعیف پر دلالت نہیں کرتا جیسا کہ البانی نے زعم فاسد کیا ہے، کیوں کہ امام ذہبی نے المیزان کے آخر میں فرمایا کہ اس کتاب کی اصل اور موضوع ضعفاء کے بیان میں ہے حالانکہ اس میں ثقات کا بھی میں نے ان کی حمایت دفاع میں ذکر کیا ہے، یا اس لئے کہ ان کے بارے میں ضعف کا کلام غیر مؤثر ہے۔

اسی وجہ سے تم دیکھو گے کہ جعفر بن ایاس واسطی ایک ثقہ راوی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ ابن عدی نے انہیں اپنی ''کامل'' میں وارد کر کے ان کے بارے میں اور حماد بن ابی سلیمان کے ترجمہ میں فرماتے ہیں، اگر ابن عدی اپنی کامل میں ان کا تذکرہ نہ کرتے تو میں بھی نہیں کرتا اور ثابت البانی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ ثابت اپنے نام کے مانند ثابت ہیں (اسم بامسمی ہیں) اور اگر ابن عدی ان کا تذکرہ نہ کرتے تو میں بھی نہیں کرتا۔ حمید بن ہلال ایک بزرگ وجلیل راوی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ وہ کامل ابن عدی میں مذکور ہیں اس لئے میں نے بھی ذکر کر دیا، اور اُویس قرنی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ اگر امام بخاری حضرت اویس قرنی کا ذکر ضعفاء میں نہ کرتے تو میں بالکلیہ ان کا ذکر نہ کرتا کیوں کہ وہ اولیاء اللہ صالحین سے ہیں۔ حافظ شہیر عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم کے ترجمہ میں ہے کہ میں ان کا ذکر نہیں کرتا اگر ابوالفضل سلیمانی ذکر نہ کرتا، اس نے کیا ہی بُرا کیا، انہوں نے اور تحقیق کہ اس موضوع پر امام ذہبی نے ایک مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے، اس کے اوائل بحث میں لکھتے ہیں کہ میں نے اپنی تصنیف المیزان میں ایک بڑی تعداد ان ثقہ راویوں کی درج کیا ہے جن سے امام بخاری، امام مسلم اور ان کے علاوہ

حجت وسند لائے ہیں، کیوں کہ ان میں سے کچھ ثقہ راویوں کا نام تصنیفاتِ جرح وقدح میں مدوّن کردیا گیا ہے، اور اپنے نزدیک ان میں ضعف کے سبب میں نے وارد نہیں کیا ہے بلکہ اس لئے وارد کیا ہے تاکہ معلوم ہوجائے، اور ہر وہ راوی جس کے بارے میں لائق اعتناء مقال نہ ہو میرے نزدیک ثابت ہے، پھر امام ذہبی نے ان ثقہ راویوں کا ذکر کیا ہے جن کے بارے میں تکلم غیر موثر ہے۔ اور امام بخاری اور امام مسلم اور ان کے علاوہ کا یزید بن خصیفہ سے حجت وسند لانا البانی پر مخفی نہیں۔

رہی بات روایت ابن خصیفہ کا کبھی ''ثلاث وعشرین'' (تئیس رکعت) اور کبھی ''احدی وعشرین (اکیس رکعت) وارد ہونے کے سبب، البانی کا اس میں دعویٰ اضطراب کرنا غیر مقبول ہے جب تک کہ جمع وتطبیق ممکن ہو۔ اس سبب کی وجہ سے کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اپنے اس قول سے بیان کیا کہ ''بیس رکعت پر اضافہ کے بارے میں اختلاف، وتر میں اختلاف کی طرف راجع ہے'' تو گویا کہ وتر کبھی ایک رکعت اور کبھی تین رکعت پڑھی گئی۔ یہ البانی کو میں جتلا دیتا ہوں کہ روایت محمد بن یوسف میں ان سے اختلاف رواۃ یزید بن خصیفہ کی روایت میں واقع شدہ اختلاف سے کہیں بڑھ کر ہے۔ تحقیق کہ امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا محمد بن یوسف سے وہ سائب بن یزید سے انہوں نے کہا کہ عمر بن خطاب نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھائیں۔

محمد بن نصر مروزی نے ''قیام رمضان'' میں بطریق محمد ابن اسحاق روایت کیا، حدیث بیان کیا ہم سے محمد بن یوسف نے وہ سائب سے فرمایا ''تیرہ رکعت''

روایت کیا عبدالرزاق نے اپنی ''مصنف'' میں داؤد بن قیس وغیرہ سے وہ محمد بن یوسف سے وہ سائب سے فرمایا ''اکیس رکعت''

تو اگر صرف تعدادِ رکعت میں اختلاف موجب اضطراب ہو تو محمد بن یوسف کی روایت میں حاصل شدہ کثرت اختلاف ابن خصیفہ کی روایت سے اضطراب کے قریب تر ہوگئی۔ لیکن اہل علم کا طریقہ حدیث کی مختلف روایتوں کے درمیان ممکنہ حد تک

جمع وتطبیق دینا واجب ہے، اسی وجہ سے حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری'' میں ان مختلف روایتوں کے درمیان تطبیق وجمع کے سلسلے میں فرمایا کہ ان مختلف روایتوں کے درمیان اختلاف احوال کے اعتبار سے جمع وتطبیق ممکن ہے، اور احتمال ہے کہ یہ اختلاف تطویل قرأت وتخفیف قرأت کے اعتبار سے ہو، تو جب کہ قرات کی تطویل ہو، رکعتیں کم ہوجائیں گی اور اس کے برعکس۔ داؤدی اور ان کے علاوہ نے اسی پر جزم کیا ہے۔

امام مالک کی روایت احدی عشرہ (گیارہ رکعت) کے سلسلہ میں حافظ ابن عبدالبر اور ابوبکر بن عربی کی ایک دوسری رائے یہ ہے کہ یہ امام مالک سے وہم ہوا ہے اور محفوظ احدی وعشرین (اکیس رکعت) کی روایت ہے۔

ابوبکر عربی اور ابن عبدالبر کا تعاقب کیا گیا کہ عبدالعزیز بن محمد نے سعید بن منصور کا عندیہ اپنی ''سنن'' میں اور یحییٰ بن سعید قطان نے ابوبکر بن ابی شیبہ کا عندیہ اپنی ''مصنف'' میں ذکر کرکے امام مالک کی متابعت کی ہے۔ ان دونوں نے اس کی روایت کی محمد بن یوسف سے وہ سائب سے بلفظ احدی عشرۃ گیارہ رکعت جیسا کہ امام مالک نے اس کی روایت کی محمد بن یوسف سے تو مالک کو وہم نہیں ہوا ہے جیسا کہ دونوں نے گمان کیا ہے۔

لیکن اثر عبدالرزاق کے سلسلہ میں البانی کا قول ''اگر عبدالرزاق اور محمد بن یوسف کے درمیان سندرُواۃ سالم بھی ہو تو عبدالرزاق سے علت ہے، کیوں کہ عبدالرزاق اگرچہ ثقہ، حافظ، مصنف اور مشہور ہیں پھر بھی یہ تحقیق ثابت ہے کہ وہ اخیر عمر میں نابینا ہوگئے تھے تو وہ متغیر ہوگئے'' پھر البانی نے دعویٰ کیا کہ عبدالرزاق کی مذکورہ روایت کے بارے میں حتمی علم نہ ہوسکا کہ کیا انہوں نے یہ روایت تغیر سے پہلے بیان کیا تھا یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عبدالرزاق اور محمد کے درمیان کے راوی امام جلیل داؤد بن قیس ہیں جنہیں امام شافعی، امام احمد، ابن معین، علی بن مدینی، ابوذرعہ، ابوحاتم، ابن سعد، نسائی، قعنبی اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب تہذیب التہذیب میں ہے۔

اورعبدالرزاق امام جلیل ہیں، حافظ ابن حجر نے ''ہدی الساری'' میں فرمایا کہ وہ حفاظ اثبت میں سے ایک ہیں اور تمام ائمہ نے انہیں ثقہ کہا ہے، سوائے عباس ابن عبدالعظیم عنبری کے کہ اس کے بارے میں پُراز افراط تکلم کیا ہے اور اس کی موافقت کسی نے نہ کی، اور ابوزرعہ دمشقی نے فرمایا ہے، امام احمد سے کہا گیا کہ ابن جریج کی سند میں کون اثبت ہے؟ عبدالرزاق یا محمد بن بکر برسانی؟ تو امام احمد نے فرمایا: عبدالرزاق اور عباس دوری نے عن ابن معین کہا کہ معمر عن ہشام کی حدیث میں عبدالرزاق اثبت ہیں، اور یعقوب بن شیبہ عن علی بن مدینی نے فرمایا کہ مجھ سے ہشام بن یوسف نے کہا کہ عبدالرزاق ہم میں زیادہ اعلم واحفظ تھے اور ان کی تعریف میں طویل بات کہی۔

اور حافظ ابوالحجاج مزّی کی ''تہذیب الکمال'' میں ہے کہ ''عبدالرزاق نے فرمایا کہ مجھ سے تین راویوں نے روایت بالکتابت لیا، اب ان کے علاوہ مجھ سے روایت نہ لیں تو مجھے پرواہ نہیں۔ مجھ سے ابن شاذ کونی نے روایت بالکتابت کی، وہ احفظ لوگوں میں سے ہیں، مجھ سے یحیٰی بن معین نے روایت لی اور وہ لوگوں میں فن رجال میں اعرف ہیں، اور مجھ سے امام احمد بن حنبل نے بھی روایت لی اور وہ ازھد الناس ہیں۔

اسی وجہ سے حافظ ذہبی نے ''میزان'' میں علی بن مدینی کے ترجمہ میں کہا کہ اگر علی بن مدینی، ان کے صاحب (دوست) محمد، ان کے شیخ عبدالرزاق، عثمان بن ابی شیبہ، ابرہیم بن سعد، عفان، ابان العطار، اسرائیل، ازہر السمان، بہزبن اسد، ثابت البنانی، جریر بن عبدالحمید کی حدیث ترک کردی جائے تو ہم پر دروازۂ حدیث مغلق (بند) خطاب منقطع،، آثار مدفون ہوجائیں، زندیق غالب ہوجائیں اور دجال نکل پڑیں۔

رہا عبدالرزاق کا نابینائی کے بعد متغیر ہوجانا، تو ان کے مصنفات میں موثر نہیں۔

اثرم کی روایت کے حوالہ سے امام احمد نے فرمایا جیسا کہ ''ہدی الساری'' میں ہے ''جو شخص ان سے نابینائی کے بعد سماع کیا تو قابلِ اعتبار نہیں'' اور جو روایت ان کی کتابوں میں صحیح ہو اور جو روایت ان کی کتابوں میں نہ ہو تو بالمشافہ تلقین کرائیں گے تو تلقین حاصل کی جائے گی'' اور عبدالرزاق کے جس اثر مذکور کے بارے میں البانی نے طعن

کیا ہے، یہ ان کتابوں میں ہے جنہیں امام احمد حنبل نے سراہا ہے اور لیکن سائب بن یزید سے محمد بن یوسف کی قرابت۔ تو اس کا جواب ہے کہ یزید بن خصیفہ سائب سے قرابت میں اسی درجہ کے ہیں۔ تجرید التمهيد میں ہے، یزید بن خصیفہ بن یزید کندی ابن اخی سائب بن یزید اور حافظ مزی نے ''تہذیب الکمال'' میں فرمایا کہ خصیفہ بن یزید اور سائب بن یزید دونوں برادر (بھائی) ہیں۔ لیکن حافظ ابن حجر کا ''تقریب التہذیب'' میں یزید بن خصیفہ کی توثیق پر اکتفا کرنا، اور محمد بن یوسف کے بارے میں ''ثقہ ثابت'' کہنا تو یہ اس شخص پر مخفی نہیں ہے جس نے ''تہذیب التہذیب'' اور ''ہدی الساری'' کا علمی احاطہ کیا ہو کہ امام الفن یحیٰی بن معین نے یزید بن خصیفہ کے حق میں ''ثقة حجة'' فرمایا ہے۔ بلکہ محمد بن یوسف سے جب اسماعیل بن امیہ نے سائب سے مروی رکعتوں کی تعداد کے بیان میں مراجعت کیا اور کہا کیا وہ اکیس رکعت ہے؟ تو اس سے محمد بن یوسف نے فرمایا، تحقیق کہ یہ روایت سائب سے یزید بن خصیفہ نے بھی سنی ہے تو یہ روایت اس کی شاہد ہوئی، اور اس روایت کی سند کو البانی نے بھی صحیح کہا ہے اور روایت یزید بن خصیفہ میں اثبات اضطراب کا قصد کیا ہے، اور البانی کو معلوم نہیں کہ یہ اس کے خلاف عظیم حجت ہے۔

یہ تمام گفتگو یزید بن خصیفہ کی طرف سے بیس رکعت نماز پر وارد شدہ اعتراض کے دفاع سے متعلق ہے۔

۲۔ لیکن وہ دوسرا امر جسے البانی نے یزید بن خصیفہ کی حدیث پر وارد کیا ہے وہ کہ ابویعلی اور ابن نصر نے جابر بن عبداللہ کی حدیث روایت کیا: انہوں نے کہا ابی بن کعب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آئے، کہا: یارسول اللہ میری رات کا کچھ حصہ یعنی رمضان میں (عبادت کا ہے)، الخ مذکورہ حدیث۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکورہ تعداد کا شارع علیہ السلام کا اقرار تحدید پر دلالت نہیں کرتا ہے، اسی وجہ سے تو دورِ خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں ابی بن کعب نے پہلے گیارہ رکعت پڑھائی، پھر جب بیس رکعت تعدادِ تراویح میں مصلحت نظر

آئی تو لوگوں کو بیس رکعت پڑھائی، اور وتر کبھی تین رکعت اور کبھی ایک رکعت پڑھائی، اور اس پر صحابہ میں سے کسی نے انکار نہ کیا۔ اور یہ جواب تو حضرت ابی کی حدیث مذکور کی صحت فرض کرنے کی تقدیر پر ہے ورنہ تو اس حدیث کی اسناد کا مدار ابو یعلی اور محمد بن نصر کے نزدیک عیسیٰ بن جاریہ پر ہے اور وہ ضعیف ہے، حافظ ابن حجر نے ''تہذیب التہذیب'' میں فرمایا کہ ابن خیثمہ یحییٰ بن معین سے کہا لیس بذالك. (وہ اس لائق نہیں) میں نہیں جانتا کہ سوائے یعقوب حتمی کے کسی اور نے اس سے روایت لی ہو، اور دوری نے ابن معین سے کہا عندہ مناکیر (اس کے پاس منکر حدیثیں ہیں) اس سے یعقوب القمی الدوری کے قاضی عنبسہ نے روایت کی اور آجری عن ابی داؤد نے کہا کہ وہ منکر الحدیث ہے۔ دوسرے مقام پر فرمایا ما اعرفہ روی مناکیر (میں اسے نہیں جانتا۔ اس نے منکر حدیثیں روایت کی) اور ساجی اور عقیلی نے اسے ضعفاء میں ذکر کیا ہے اور ابن عدی نے فرمایا ''اس کی احادیث غیر محفوظ ہیں۔''

تو یزید ابن خصیفہ کی وہ روایت جس سے تمام ائمہ حجت و سند لائے اس کے تارک کے لائق و مناسب نہیں کہ عیسیٰ بن جاریہ کی روایت سے حجت و سند لانا قبول کرلے جسے یحییٰ بن معین، ابوداؤد، ساجی، عقیلی اور ابن عدی نے ان الفاظ سے ضعیف کہا ہو، اور ''المیزان'' میں ہے کہ نسائی نے اس کے حق میں کہا منکر الحدیث (وہ منکر الحدیث ہے) اور امام نسائی سے مروی ہے فرمایا: وہ متروک ہے۔ اسی وجہ سے تو حدیث ذہبی عن جابر صلی بنا رسول الله ﷺ فی شهر رمضان ثمان رکعات (ہمیں رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں آٹھ رکعت نماز پڑھائی) میں ذہبی کا قول اسنادہ وسط (اس حدیث کی اسناد وسط ہے) کا نیموی نے انکار کیا پھر فرمایا: یہ اسناد صواب و درست نہیں بلکہ اس کی اسناد بہتر نہیں ہے۔

۳۔ لیکن اعتراض سوئم جسے البانی نے تراویح کے سلسلہ میں یزید خصیفہ کی حدیث پر وارد کیا وہ ہے جسے جوری نے مالک بن انس سے نقل کیا ہے تو اس اعتراض کا دو جواب دیا جائے گا۔

جواب اول: یہ نقل غایت انقطاع کے درجہ میں ہے کیوں کہ امام مالک کی وفات جیسا کہ ''تذکرۃ الحفاظ'' میں ہے ۱۷۹ھ میں ہوئی اور جوری کہ جن سے کلام مذکور کو سبکی نے نقل کیا، اور اسے سیوطی نے سبکی سے جو ابوبکر نیشاپوری کے شاگرد ہیں ان سے نقل کیا۔ اور ابوبکر نیشاپوری کی ولادت ۲۳۸ھ میں ہوئی جیسا کہ تاج الدین ابن سبکی کی کتاب ''طبقات الشافعیہ'' میں ہے اور یہ ان تین لوگوں میں سے نہیں ہے جسے البانی نے ذکر کیا اور جن کے بارے میں کہا ''اور میں نہیں جانتا سیوطی نے ان تینوں میں سے کسے مراد لیا یعنی جوری۔''

بلکہ جوری جیسا کہ ابن سبکی کی کتاب ''طبقات الشافعیہ'' میں ہے علی بن حسین قاضی ابوالحسن جوری بضمہ جیم، پھر واؤ ساکنہ، پھر راء فارس کے کسی شہر بلد جور کی طرف نسبت ہے، جوری اصحاب وجوہ ائمہ سے ایک امام ہیں، ابوبکر نیشاپوری سے ان کا لقاء ثابت ہے اور جوری نے ابوبکر نیشاپوری اور جماعت سے اخذ حدیث کیا ہے۔ جوری کی تصانیف میں کتاب المرشد فی مختصر المزنی ہے تاج ابن سبکی نے فرمایا کہ امام جوری سے ابن رفعہ اور والد گرامی نے کثرت سے نقل کیا ہے، اور امام ذہبی نے اپنی کتاب المشتبه فی اسماء الرجال میں ان کا ذکر کیا ہے اور فرمایا: وہ شافعی فقیہ ہیں۔ ان کی ایک کتاب الموجز فی الفقه دو جلدوں میں ہے، وہ فارس کے ایک مقام جور سے ہیں، باوجودیکہ جوری نے امام مالک سے مروی نقل کا تعاقب اپنے اس قول سے کیا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک عدد رکعات محدود نہیں کیوں کہ وہ نافلہ ہیں۔

جواب دوئم: مستبعد ہے کہ امام مالک یہ فرمائیں: لا ادری من این اُحدث هذا الرکوع (نہ معلوم اتنے رکوع کہاں سے پیدا ہوگئے) حالانکہ امام مالک نے ''موطا'' میں روایت کیا یزید بن رومان سے، انہوں نے فرمایا کہ لوگ عمر بن خطاب کے دور خلافت میں تئیس رکعت پڑھتے تھے۔

اور ابن ابی شیبہ نے فرمایا: ہم سے حدیث بیان کیا وکیع نے وہ مالک سے وہ یحییٰ

بن سعید انصاری سے کہ عمر بن خطاب نے ایک شخص کو بیس رکعت پڑھانے کا حکم فرمایا۔ اور ان دونوں مرسل حدیثوں سے حجت وسند لانے میں کوئی شک نہیں کیونکہ اہلِ علم نے ان دونوں کو تلقی بالقبول کیا ہے۔ ابن تیمیہ نے إقامة الدليل على بطلان التحليل میں کہا وہ مرسل حدیث جس کے لئے موافق ہو یا اس پر سلف نے عمل کیا ہو تو وہ مرسل باتفاق فقہا حجت ہے۔

لیکن مالک عن یزید بن رومان اور مالک عن یحییٰ بن سعید انصاری کی مذکورہ دونوں روایتوں میں البانی کا قول "تو یہ کہنا روا نہیں کہ ان میں ایک دوسرے سے قوی ہے، کیوں کہ قوت وضعف کے سلسلہ میں شرط یہ ہے کہ روایت ارسال کرنے والوں میں سے ہر ایک کا شیخ دوسرے کے شیخ کا غیر ہو، اور یہاں یہ ثابت نہیں کیوں کہ دونوں راوی یزید اور ابن سعید مدنی ہیں، تو اس حالت میں غالب گمان یہ ہے کہ دونوں راوی بعض شیوخ سے روایت کرنے میں مشترک ہوں اور اس کے برخلاف یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ شیخ جس سے ان دونوں نے اس روایت کا تلقی کیا وہ شیخ ایک ہو اور یہ شیخ کبھی مجہول وضعیف ہوتا ہے جس سے حجت وسند قابلِ قبول نہیں، اور یہ ہوسکتا ہے کہ ان دونوں راویوں نے دو متغایر (الگ الگ) شیوخ سے تلقی کیا ہو، لیکن دونوں شیوخ ضعیف ہوں تو دونوں کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔" البانی کے آخری کلام تک، تو البانی کا یہ قول وسوسوں کے قبیل سے ہے کہ اگر یہ دروازہ کھول دیا جائے تو بہت سی ثابت سنتیں فاسد وہم سے رد کر دی جائیں۔

اور البانی نے جو عقلی تجاویز ذکر کیا ہے اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یحییٰ بن سعید جو کہ سائب بن یزید صحابی سے روایت کرنے والوں میں سے ہیں، تو غالب گمان یہی ہے کہ یحییٰ نے اس روایت کا تلقی سائب سے کیا ہو، اور ممکن ہے کہ ابن رومان نے بھی سائب سے تلقی کیا ہو اور ان دونوں کی مرسل حدیث کا شاہد یزید ابن خصیفہ کی مذکورہ روایت ہو، اور محمد بن یوسف کی روایت عبدالرزاق کے نزدیک محفوظ ہو، اور مذکورہ دونوں مرسل روایت کے مضمون کو علماء نے عملاً یا اقرار تلقی بالقبول کیا ہو۔

اور امام مالک کا گیارہ رکعت پر تراویح کی زیادتی کے انکار نہ کرنے پر کتاب مدوّنۃ میں مندرج ابن قاسم عن مالک کی روایت دلالت کرتی ہے، امام مالک نے فرمایا کہ امیر وقت نے میرے پاس پیغام بھیجا، اور قیام رمضان کی جتنی رکعت لوگ پڑھتے ہیں اسے کم کرنا چاہا، ابن قاسم نے کہا: اور تعدادِ رکعت انتالیس ہے مع وتر کے، چھتیس رکعت تراویح، اور تین رکعت وتر، امام مالک نے فرمایا تو اس میں سے کچھ بھی کم کرنے سے میں نے اسے منع کر دیا، میں نے امیر سے کہا کہ میں نے لوگوں کو اسی پر عمل کرتے پایا ہے اور اسی کہنہ اسوہ پر لوگ ہمیشہ رہے ہیں۔ الخ

تو یہ حجت ودلیل ہے اس پر کہ گیارہ رکعت پر زیادتی تراویح کا امام مالک نے انکار نہیں کیا ہے، اور اس بات پر کہ سلف صالحین سے منقول کیفیتِ تراویح پر جب لوگ عمل پیرا ہو گئے تو مناسب نہیں کہ انہیں منقولہ کیفیت ترک کرنے پر اور دوسری کیفیت اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے کیوں کہ اس سے لوگوں کے دلوں میں کھٹک اور دین کے معاملہ میں حیرانی پیدا ہوگی۔

اور کوئی شک نہیں کہ جو نقل امام مالک کی طرف "موطا" اور "مدونہ" کے حوالہ سے عن مالک منسوب کیا گیا ہے، ان دو کتابوں کے علاوہ سے نقل پیش کرنا زیادہ مناسب ولائق ہوگا کیونکہ ابن دقیق العید نے شرح الامام الامام کے خطبہ میں فرمایا کہ مجھے جس روایت کا جزم ویقین ہوا کہ ائمہ مجتہدین سے مروی ہے تو میں نے اس میں تحرّی کیا، اور اسے بقدر کفایت طریقہ احتیاط دیا، تو اگر وہ مذاہب اربعہ میں سے کسی کا طریقہ ہوا تو اس صاحب مذہب کی کتابوں سے اسے نقل کیا اور اسے (روایت کو) متن سے اخذ کیا پھر اسی باب سے حکم کیا، اور ائمہ سے منقول غیر کی حکایت کا میں نے اعتبار نہ کیا کیوں کہ اسی طریقہ میں خلل واقع ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں ناقلین کی کثرت سے ذلل ولغزش دوچند ہوگئی ہے، اور مخالفین مذہب نے ایک دوسرے کے برخلاف غیر مروی روایتوں کی حکایت کی۔ الخ

ابوبکر ابن عربی نے العارضہ کے آغاز بحث میں تصریح فرمائی کہ رکعات تراویح کی

تعداد کی کوئی محدود حد نہیں اور "العارضہ" کی اس بارے میں بقیہ عبارتوں کی تحریف وخلل نے مجھے اس پر اعتماد کرنے سے روک دیا ہے ابن عربی نے احکام القرآن میں آیت ولتکبروا الله علی ماھداکم (اور اللہ کی تکبیر بولو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی) کی تفسیر میں تصریح فرمائی کہ قیام شب (رات) میں تعداد رکعات مقرر نہیں ہیں، باوجویکہ جب کوئی شئی صحابہ سے ثابت ہو تو صحابہ کی مخالفت میں کسی کے قول کا اعتبار نہیں۔

۴۔ لیکن چوتھی بات جسے البانی نے تراویح کے بارے میں حدیث ابن خصیفہ پروارد کیا ہے وہ یہ کہ امام شافعی کا مختصر المزنی میں اور امام ترمذی کا "الجامع" میں یہ صیغۂ رُوِی بیان کرنا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں اماموں کا صیغۂ رُوِی سے بیان کرنے کے باوجود ایک ایسا قرینہ ہے کہ ان کا اس روایت کی تضعیف کے عدم قصد پر دلالت کرتا ہے، وہ قرینہ امام شافعی کے کلام میں یہ قول "اور میرے نزدیک بیس رکعت محبوب وپسندیدہ ہے، کیوں کہ یہ تعداد حضرت عمر سے روایت کی گئی ہے، اور مکہ میں لوگ ایسے ہی پڑھتے ہیں، اور تین رکعت وتر پڑھتے ہیں۔" اور امام ترمذی نے فرمایا کہ اکثر اہل علم کا رجحان اسی پر ہے جو حضرت عمر، حضرت علی اوران کے علاوہ نبی ﷺ کے صحابہ سے بیس رکعت مروی ہے اور یہی قول سفیان ثوری، ابن مبارک اور امام شافعی کا ہے۔ تو امام شافعی کا قول "میرے نزدیک بیس رکعت محبوب ہے" یہ دونوں قول عدم تضعیف پر دلیل قاطع ہیں۔ علاوہ ازیں امام نووی نے "تمریض وتضعیف" میں استعمال ہونے والے صیغوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ صیغے یُروٰی، یُذکَرُ اور اس جیسے الفاظ ہیں، اس پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ امام بخاری نے الصحیح میں ان بعض الفاظ کو وارد کیا ہے جیسا کہ "طب" کے بیان میں امام بخاری کا یہ قول ویذکر عن ابن عباس عن النبی ﷺ فی الرقیہ بفاتحة الکتاب (اور ذکر کیا گیا ہے ابن عباس سے وہ نبی ﷺ سے سورۂ فاتحہ پڑھ کر جھاڑ پھونک کرنے کے بارے میں) کیونکہ امام بخاری نے دوسرے مقام پر اس کی سند اس لفظ سے پیش کیا ہے کہ جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک قبیلہ سے گزر ہوا قبیلہ کا ایک

شخص سانپ گزیدہ (سانپ کاٹا) تھا پھر امام بخاری نے صحابہ کرام کا سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس مرد پر جھاڑ پھونک کرنے کے بارے میں حدیث ذکر کیا۔ جیسے نماز کے بارے میں امام بخاری کا قول: ویذکر عن عبدالله ابن سائب قال قرأ النبی ﷺ المومنون فی صلاۃ الصبح حتی اذا جاء ذکر موسی وھارون اخذ تہ سلعة فرکع۔ (اور ذکر کیا جاتا ہے عبداللہ ابن سائب سے کہا نبی کریم ﷺ نے نمازِ فجر میں سورۂ مومنون کی قرأت فرمائی یہاں تک کہ جب موسیٰ اور ہارون کے ذکر تک آئے تو بوائی چھٹی تو رکوع کر دیا) یہ حدیث صحیح ہے امام مسلم نے اس کی تخریج فرمائی اور اس بارے میں تفصیلی بحث امام سیوطی کی کتاب "تدریب الراوی" میں ہے۔ اسی وجہ سے ابن صلاح کا رجحان اس طرف ہے کہ یہ صیغے صحیح اور ضعیف دونوں میں مستعمل ہوتے ہیں۔

۵۔ رہی پانچویں بات جسے، البانی نے تراویح کے سلسلے میں حدیث ابن خصیفہ پروارد کیا ہے وہ رافضی کا قول "حضرت علی دن اور رات میں ہزار رکعت پڑھتے تھے" کے رد میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا قول: حضرت علی سنت رسول کے زیادہ اعلم اور اسوۂ رسول کے زیادہ اتباع کرنے والے تھے بہ نسبت اس مخالفت کے اگر یہ ممکن ہو۔"

تو اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ الاسلام نے منہاج السنة میں اس عبارت سے اپنی مراد کی تصریح خود ہی اس قول سے کیا ہے "کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ حقوق نفس کی مصلحتوں سے سونا، کھانا، پینا، قضائے حاجت، وضو، اپنی اہل اور اپنی باندیوں سے مباشرت اور اپنے اہل وعیال اور رعایا کی دیکھ ریکھ ایسے امور ہیں جو تقریباً نصف زمانہ کو محیط ہے، تو ساعت واحدہ میں اسی رکعت کی وسعت وگنجائش نہیں مگر جب کہ صرف سورۂ فاتحہ اور بلا طمانیت کی نماز ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ منافقین کی چونچ مار نماز سے بدر جہا بلند وبری ہیں اور اس سے بری ہیں کہ نماز میں اللہ کا قلیل ذکر کریں جیسا کہ صحیحین (بخاری ومسلم) میں ہے اور ابن تیمیہ نے دوسرے مقام پر کہا "ایک زمان (دن ورات) امت کے امیر سے ہزار رکعت کی وسعت

وگنجائش نہیں رکھتا، باوجودیکہ امیر پر قومی سیاست و مصلحت اور گھریلو ذمہ داریاں ہوں
مگر یہ کہ امیر کی نماز چونچ مار ہوگی جس سے اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کو منزہ و بری فرمایا
ہے۔ یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے رات و دن میں
حضرت علی کا ہزار رکعت نماز پڑھنے سے نزاہت صفائی بیان کی ہے کیونکہ یہ منافق کی
چونچ مار نماز اور ان پر واجب شدہ حقوق کے ضیاع (ضائع ہونا) کو مستلزم ہے نہ کہ
گیارہ رکعت زائد تراویح کی اجازت کو مستلزم ہے۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ رافضی کے قول ''عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح میں ایجاد
بدعت کیا'' پر جب ابن تیمیہ نے رد کرتے ہوئے کہا کہ اگر تراویح کے بارے میں
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل قبیح و منہی عنہ ہوتا تو جب حضرت علی امیر المومنین ہوئے
عمل عمر کو ضرور باطل قرار دیتے، لیکن حضرت علی کا تراویح کے سلسلہ میں حضرت عمر
کی راہ چلنا اس کے مستحب ہونے پر قوی دلیل ہے بلکہ حضرت علی سے روایت کی گئی
ہے انہوں نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ قبرِ عمر رضی اللہ عنہ کو منور فرمائے جیسا کہ اس نے
ہم پر ہماری مسجدیں منور فرمائی۔

ابی عبدالرحمٰن سلمیٰ سے مروی ہے کہ حضرت علی نے ماہِ رمضان میں جماعت قُرّاء کو
طلب فرمایا پھر ایک قاری کو حکم دیا کہ وہ بیس رکعت لوگوں کو تراویح پڑھائے اور حضرت
علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو وتر خود پڑھاتے تھے۔ عرفجہ ثقفی سے مروی فرمایا کہ حضرت علی
رضی اللہ عنہ ماہِ رمضان میں لوگوں کو قیام کا حکم دیتے اور امام رجال (مرد) الگ متعین
فرماتے اور امام نساء (عورتوں کا امام) الگ۔ عرفجہ نے فرمایا کہ میں عورتوں کا امام تھا،
امام بیہقی نے اپنی ''سنن'' میں ان دونوں کی روایت کی ''منہاج السنۃ'' میں ابن تیمیہ
کا کلام ختم ہوا۔ اور اس سے واضح ہوگیا کہ البانی کے مذکورہ کلامِ ابن تیمیہ کا مقصد گیارہ
رکعت پر زائد تراویح کے اقرار سے حضرت علی کے نزاہت و برأت نہیں جیسا کہ البانی
نے دعویٰ کیا ہے۔ ابن تیمیہ کا رافضی پر رد کرنے کے مقام میں اثر عبدالرحمٰن سلمیٰ ''جس
میں بیس رکعت تراویح کا حکم ہے'' سے استدلال کرنا ابن تیمیہ کے نزدیک بیس رکعت

کے ثبوت پر قوی دلیل ہے۔ اور البانی نے اس کی تضعیف میں تعلیق کیا کہ اس سند میں
حماد بن شعیب اور عطا بن سائب ہیں۔ اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ امام بیہقی نے
اپنے ''سنن'' میں ابوخصیب سے مروی روایت سے اس سند کو تقویت دیا ہے۔

ابوخصیب نے فرمایا سوید بن غفلہ ماہِ رمضان میں ہماری امامت فرماتے تو پانچ
ترویحہ میں بیس رکعت پڑھاتے تھے اور اس سند کو شتیر بن شکل سے مروی روایت سے
تقویت دی ہے اور شتیر بن شکل اصحاب علی سے تھے، فرمایا کہ وہ ماہ رمضان میں بیس رکعت
پڑھاتے اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔ اور اس روایت سے تقویت دی ہے جس کی سند
ابوالحسناء تک ہے کہ حضرت علی نے ایک شخص کو بیس رکعت نماز پڑھانے کا حکم دیا۔
تو اصحابِ علی کے عمل اور ابوالحسناء کی روایت سے یہ استفادہ ہوا کہ اس کا ثبوت حضرت علی
سے ہے۔ لیکن اثر ابوالحسناء میں البانی کا ابوالحسناء کے بارے میں امام ذہبی کے قول
لا یعرف (معروف نہیں) پر اور اس کے بارے میں حافظ کے قول مجہول (وہ مجہول
ہے) پر اعتماد کر لینا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ دولابی نے الاسماء والکنی میں روایت کی
عباس بن محمد سے وہ یحییٰ بن معین سے انہوں نے فرمایا کہ ابوالحسناء سے شریک اور حسن بن
صالح کوفی نے روایت کی اور فن حدیث میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ ایک راوی سے دو راویوں
کا روایت کرنا مجہولیت (مجہول ہونا) کو دور کر دیتا ہے جیسا کہ دار قطنی نے اپنی ''سنن'' میں
ابن عبدالبر نے ''الاستذکار'' میں خطیب نے الکفایۃ میں اور ان کے علاوہ نے بیان کیا
ہے۔ اسی وجہ سے حافظ ابن ترکمانی نے الجواھر النقی میں امام بیہقی کا اثر ابوالحسناء کی
اسناد کو ضعیف قرار دینے سے تعاقب کیا ہے۔ ابن ترکمان کا تعاقب یہ ہے:

''اظہر یہ ہے کہ اثر ابوالحسناء کا ضعف ابوسعد بن مرزبان بقال کی جہت سے ہے
کیوں کہ وہ متکلم فیہ ہیں، تو اگر ایسا ہو، تو اس پر ان کے علاوہ نے بھی متابعت کیا ہے،
ابن ابی شیبہ نے المصنف میں فرمایا، حدیث بیان کی ہم سے وکیع نے وہ حسن بن
صالح سے وہ عمرو بن قیس سے وہ ابوالحسناء سے کہ حضرت علی نے ایک شخص کو ماہِ
رمضان میں بیس رکعت پڑھانے کا حکم دیا اور ملائی نے عمرو بن قیس پر حکم وہم لگایا

ہے۔ احمد یحییٰ، ابوحاتم، ابوزرعہ اوران کے علاوہ نے انہیں ثقہ کہا ہے اور امام مسلم نے
ان سے اخراج (تخریج) کیا ہے۔ ابن ترکمانی کا کلام ختم ہوا۔

تو امام بیہقی، ابن تیمیہ اور صاحب، الجوھر النقی کے دامن سے حضرت علی سے
اس کے ثبوت میں ایسی وابستگی ہے جو تشویشوں کی وابستگی سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

تراویح کا نوافلِ مطلقہ سے ہونے کا بیان

اوراس میں زیادتی ظہر میں زیادتی اور نمازِ غائب کے مانند نہیں ہے) تراویح
کا نوافل مطلقہ سے اعتبار کرنے میں کوئی شک نہیں، تحقیق کہ روایت کی محمد بن نصر نے
زعفرانی سے وہ امام شافعی سے فرمایا کہ میں نے مدینہ میں لوگوں کو اکتالیس رکعت پڑھتے
دیکھا پھر فرمایا کہ میرے نزدیک بیس رکعت محبوب وپسندیدہ ہے، اور مکہ میں لوگ ایسے ہی
پڑھتے ہیں، فرمایا کہ اس میں کچھ تنگی نہیں، اور نہ ہی کوئی محدود حد ہے، کیوں کہ یہ تو نفل نماز
ہے، تو اگر لوگ قیام طویل اور سجود کم کریں تو عمدہ ہے اور یہی مجھے محبوب ہے، اور اگر رکوع
وسجود کی کثرت کریں تو بھی عمدہ ہے۔ امام ترمذی نے "الجامع" میں فرمایا کہ قیام رمضان
کے بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے تو بعض کی رائے یہ ہے کہ وتر کے ساتھ
اکتالیس رکعت پڑھی جائے، اور یہ قول اہل مدینہ کا ہے کہ مدینہ میں لوگوں کا عمل اسی پر
ہے، اور دوسرے اکثر اہلِ علم کا رجحان حضرت عمر، حضرت علی اور نبی ﷺ کے صحابہ سے
مروی بیس رکعت کی روایت پر ہے، یہ قول سفیان ثوری ابن مُبارک اور امام شافعی کا
ہے۔ امام شافعی نے فرمایا کہ ہم نے مکہ میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھتے دیکھا، اور امام احمد
نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں چند قسم کی روایتیں آئی ہیں اور کوئی ایک فیصلہ نہ ہوسکا۔ امام
اسحاق نے فرمایا: بلکہ ہم اُبی بن کعب سے مروی روایت پر بناء کرتے ہوئے اکتالیس
رکعت اختیار کرتے ہیں۔ امام ترمذی کا کلام ختم ہوا۔

محمد بن نصر مروزی کی کتاب "قیام رمضان" میں ہے عن اسحاق بن منصور انہوں
نے فرمایا: میں نے امام احمد حنبل سے کہا کہ ماہِ رمضان کے قیام میں کتنی رکعت پڑھی

جائے گی؟ انہوں نے فرمایا کہ اس بارے میں چند روایتیں ہیں چالیس رکعت تک، تو یہ
تو تطوع ونفل ہے۔ ابن نصر نے کہا کہ اسحاق نے فرمایا: ہم چالیس رکعت اختیار کرتے
ہیں اور قرأت خفیف ہوگی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے "الفتاویٰ" کے جزء ثانی ص
۴۰۱ میں کہا کہ رمضان کے نفس قیام کے سلسلہ میں نبی ﷺ نے عدد معین کی تحدید وتوقیت
بیان نہیں کی ہے بلکہ نبی ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں تیرہ رکعت پر اضافہ نہیں فرماتے
تھے، لیکن رکعتیں طویل فرماتے پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی
بن کعب کی اِقتدا میں جمع فرمایا تو وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وِتر پڑھا
تے تھے اور رکعتوں سے کچھ زائد ہونے کے بقدر خفیف قرأت فرماتے، کیوں کہ یہ
مقتدیوں پر ایک ہی رکعت کے دراز (طویل) کرنے سے زیادہ آسان تر ہے، پھر
اسلاف کرام کی ایک جماعت چالیس رکعت تراویح اور تین رکعت وِتر پڑھتی ہے، اور
ایک دوسری جماعت چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وِتر پڑھتی ہے، اور یہ تمام جائز
ہے، تو ماہِ رمضان میں لوگوں کو ان طریقوں میں سے جس طریقہ سے پڑھایا اس نے
عمدہ کیا، اور نمازیوں کے احوال کے اختلاف سے افضلیت مختلف ہوتی
ہے، تو اگر نمازیوں (مقتدیوں) میں دس رکعت کے طویل قیام کی سکت ہو اور اس کے
بعد تین رکعت (وتر) جیسا کہ نبی ﷺ نے رمضان اور غیر رمضان میں اپنے لئے کیا تھا
تو یہی افضل ہے، اور اگر مقتدی (نمازی) لوگ طویل قیام کی سکت نہ رکھیں تو بیس
رکعت کا قیام افضل ہے، یہ وہ تعداد ہے جس پر اکثر مسلمانوں کا عمل ہے کیوں کہ یہ دس
اور چالیس کے درمیان متوسط ہے (وخیر الامور اوسطھا) اور اگر چالیس رکعت
اور اس کے علاوہ پڑھا تو یہ بھی جائز ہے اور اس سے کچھ کراہیت نہیں، اس پر چند ائمہ مثلاً
امام احمد اوران کے علاوہ نے نص پیش فرمایا ہے اور جس نے یہ گمان کیا کہ قیام رمضان
کے بارے میں نبی ﷺ سے عدد موقت کا تعین ہو چکا، اور اس میں کمی وبیشی نہیں ہوسکتی
تو اس نے خطا کیا۔ الخ میں کہتا ہوں کہ البانی رسالۃ التراویح میں اسی خطا کے
مرتکب ہیں اور یہاں تک مبالغہ کیا کہ "گیارہ رکعت" پر اضافہ نمازِ ظہر میں پانچ ویں

رکعت کے اضافہ کے مانند ہے، اور ایسے قول کا صدور اس سے نہیں ہوسکتا جو نمازِ تراویح کے بارے میں قیام سلف کا عارف وجان کار ہو، اور نہ ہی اس سے صدور ہوسکتا ہے جو ''گیارہ رکعت'' سے زائد نماز کا ائمہ علم کی تصریح کا عارف وعالم ہو، جیسا کہ ہمارے وارد کردہ بعض مذکورہ نصوص اس پر دلالت کرتے ہیں اور ہم نے کوئی کمی نہیں کی۔

البانی کے اِس عجب وتعجب آمیز باطل دعوے سے ان نیک نام اسلاف کی تضلیل لازم آتی ہے جو ''گیارہ رکعت'' سے زائد پڑھتے تھے۔ البانی کا قول یہ ہے کہ اس کی مثال جو تراویح میں گیارہ رکعت پر اضافہ کرے اس کے مثل ہے جو نبی ﷺ سے منقول صحیح سندوں سے ثابت نماز کے خلاف پڑھے تو وہ از روئے کمیت وکیفیت نماز کی مخالفت کرتا ہے۔ دراں حالیکہ وہ حضور ﷺ کا قول صلوا کما رایتمونی اصلی (نماز پڑھو جیسا مجھے پڑھتا دیکھتے ہو) دیکھ رہا ہے، ان مطلقات غیر مقید روایتوں سے حجت لاتے ہوئے، تو گویا کہ وہ ظہر کی پانچ رکعت پڑھنے والے کی مثل اور سنت فجر چار رکعت پڑھنے والے کے مثل اور ایک رکعت دو رکوع اور چند سجدوں سے پڑھنے والے کے مثل ہے، اور اس کی خرابی کسی عاقل پر مخفی نہیں۔ البانی کا کلام ختم ہوا۔

مصنف اسماعیل بن محمد نے کہا کہ البانی کا فاسد کلام کسی عاقل پر پوشیدہ نہیں، اور رکعت تراویح کی وسعت پر حدیث الصلوہ خیر 'موضوع' فمن شاء استقل ومن شاء استکثر (نماز عمدہ شئی ہے جو چاہے کم پڑھے اور جو چاہے زیادہ پڑھے) دلالت کرتی ہے اور یہ حدیث مشہور ہے، اسے امام احمد اور بزار نے عبید بن حسحاس عن ابی ذر کی حدیث سے روایت کی ہے، اسے ابن حبان نے اپنی ''صحیح'' میں ابو ادریس خولانی عن ابی ذر کی حدیث سے روایت کی جیسا کہ حافظ ابن حجر کی کتاب التلخیص الحبیر میں ہے اور حافظ عراقی نے المغنی میں اور ان کے بیٹے نے ''طرح التثریب'' میں اس حدیث کی تصحیح پر ابن حبان اور حاکم کی موافقت کی ہے۔

اور البانی کا تراویح میں گیارہ رکعت پر اضافہ کا قیاس نمازِ رغائب اور اس کے مشابہ ان نمازوں پر جسے علماء نے ''الصلوۃ خیر موضوع'' کے عموم میں مندرج نہ ہونے کا جزم

کیا۔ اسے امام سبکی کا الاشراق المصابیح میں نماز تراویح اور نمازِ رغائب کے مابین فرق بیان کرنا رد کردیتا ہے۔ امام سبکی نے فرمایا کہ اگر نمازِ رغائب مطلوب نہ ہوتی تو ضرور بدعت مذمومہ ہوتی جیسے نصف شعبان کی شب، رغائب اور رجب کے اول جمعہ میں تو اس کا انکار واجب ہوتا اور اس کا بطلان دین سے بہ ضرورت معلوم ہے۔ اور جسے ابن دقیق العید نے ''احکام الاحکام'' میں بیان کیا کہ نماز رغائب کے بارے میں درستگی کے مانع منع کی خاص نص ہے لیکن زیادتی کے بارے میں حدیث مذکور کے عموم سے نکالنے والی کوئی نص نہیں پائی جاتی، بلکہ سلف صالحین کا عمل گیارہ رکعت پر اضافہ کی صحت ودرستگی پر دلالت کرتا ہے جو کہ اس حدیث کے عموم کے تحت ہے۔

لیکن چھٹی بات اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ''نبی ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت پر اضافہ نہیں فرماتے تھے'' سے البانی کا استدلال کرنا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں تراویح اور غیر تراویح میں گیارہ رکعت پر اضافہ کی ممانعت پر کوئی دلیل موجود نہیں، حافظ ابن عراقی نے ''طرح التثریب'' میں فرمایا کہ علماء اس پر متفق ہیں کہ قیام لیل کی کوئی محدود ومحصور نہیں، لیکن نبی ﷺ کے استمراری فعل کے سلسلہ میں روایتیں مختلف ہیں۔ قاضی عیاض نے فرمایا: سعد بن ہشام کی روایت سے حدیث عائشہ میں ہے کہ نبی ﷺ کا قیام نو رکعت تھا جب کہ حدیث عروہ عن عائشہ میں گیارہ رکعت اور اسی میں وتر بھی ہے۔ نبی ﷺ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے اور فجر کی دو رکعت (سنت) اس وقت ادا فرماتے جب مؤذن آتا۔ اور ہشام عن عروہ اور ہشام کے علاوہ عن عروہ عن عائشہ کی روایت میں تیرہ رکعت فجر کی دو رکعت کے ساتھ ہے جب کہ عن عائشہ روایت ہے کہ نبی ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت پر اضافہ نہیں فرماتے چار چار رکعت پڑھتے اور تین رکعت، اور عن عائشہ روایت ہے کہ نبی ﷺ تیرہ رکعت ادا فرماتے، آٹھ رکعت، پھر وتر پھر دو رکعت بیٹھ کر ادا فرماتے پھر فجر کی دو رکعت ادا فرماتے۔ اور میں نے آخری حدیث میں اس کی وضاحت وتفسیر کردی ہے کہ فجر کی دو رکعت انہی رکعتوں سے ہے۔

اور ''بخاری'' میں عن عائشہ روایت ہے کہ نبی ﷺ کی نماز رات میں سات اور نو رکعت تھی اور امام بخاری اور امام مسلم نے ابن عباس کی حدیث ذکر فرمائی کہ نبی ﷺ کی رات کی نماز تیرہ رکعت تھی اور طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنتِ فجر تھی۔

اور زید بن خالد کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے دو خفیف رکعت ادا فرمائی پھر دو طویل رکعت ادا فرمائی اور پوری حدیث ذکر کرنے کے بعد آخر میں زید بن خالد نے فرمایا تو یہ تیرہ رکعتیں ہوئیں۔

قاضی عیاض نے فرمایا کہ ان احادیث کے بارے میں علمانے فرمایا کہ ابن عباس زید اور عائشہ میں سے ہر ایک کی خبر ایک دوسرے کے لئے شاہد ہے۔

لیکن حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں اختلاف سے متعلق ایک قول ہے کہ اختلاف حضرت عائشہ سے ہی ہے اور ایک قول ہے کہ حضرت عائشہ سے روایت کرنے والے راویوں سے اختلاف ہے۔ تو یہ احتمال ہے کہ حضرت عائشہ کا گیارہ رکعت کی خبر دینا حکم اکثری ہو اور گیارہ رکعت کے برخلاف بقیہ راویوں کی خبر بعض اوقات میں نادر واقع ہونے کے اعتبار سے ہو، تو اکثر تعداد پندرہ رکعت مع فجر کے دو رکعت تھی اور اقل تعداد سات رکعت تھی، اور یہ اختلاف طویل قرأت سے وقت میں وسعت یا وقت میں تنگی حاصل ہونے کے اعتبار سے ہے، جیسا کہ حضرت حذیفہ اور حضرت ابنِ مسعود کی حدیث میں ہے یا، یہ اختلاف نیند یا عذر، مرض وغیرہ کے سبب ہوا، یا بعض اوقات یہ اختلاف کبر سنی (بڑھاپے) کے سبب ہوا جیسا کہ اُم المومنین حضرت عائشہ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ عمر رسیدہ ہو گئے تو سات رکعت پڑھا۔ یا یہ اختلاف اس لئے ہے کہ کبھی رات کے اوّل قیام کی دو خفیف رکعتوں کو بھی شمار کر لیا گیا، جیسا کہ ان دو رکعتوں کی روایت زید بن خالد نے کی اور اسے بعض روایتوں میں حضرت عائشہ نے بھی روایت کی اور کبھی فجر کی دو رکعتوں کو شمار کر لیا گیا اور کبھی حذف کر دیا گیا، یا ان میں سے ایک کو شمار کر لیا گیا اور کبھی اس کے ساتھ عشاء کی سنن موکدہ بھی شمار کر لی گئیں اور کبھی حذف کر دی گئیں۔ قاضی عیاض نے فرمایا کہ

اس سلسلہ میں مذکورہ تعداد پر کمی، بیشی کی حد بندی نہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں اور رات کی نماز تو ان عبادتوں میں سے ہے کہ جب اس میں اضافہ ہوا جر وصلہ دوچند ہو۔ اور جزیں نیست کہ اختلاف تو نبی ﷺ کے فعل اور آپ کا پسندیدہ واختیار کردہ امر میں ہے، واللہ اعلم، یہ قاضی عیاض کا کلام ہے اور اسے امام نووی نے نقل فرمایا اور اسے ثابت وبرقرار رکھا ''طرح التثریب'' میں حافظ ابن عراقی کا کلام ختم ہوا۔

اسی کا شاہد قیام لیل کے غیر محدود ہونے کے مذکورہ حدیث ہے جسے ابن نصر، ابن حبان اور ابن منذر نے عن ابی ہریرہ مرفوعاً روایت کی اوتر وابخمس او سبع او تسع اوباحدی عشره ركعة اوباكثر من ذلك۔ (وتر پانچ رکعت یا سات رکعت یا نو رکعت یا گیارہ رکعت، یا اس سے زیادہ پڑھو) اس حدیث کو حافظ عراقی نے صحیح فرمایا جیسا کہ نیل الاوطار اور تحفة الذاكرين میں ہے اور حافظ ابن حجر نے التلخيص الحبير میں اس حدیث سے رافعی کے قول لم ينقل زيادة على ثلاث عشرة ركعة۔ (تیرہ رکعت پر اضافہ منقول نہیں) کا تعاقب کیا ہے۔

، حافظ ابن حجر کی عبارت یہ ہے۔ رافعی کے کلام میں نظر ہے کیوں کہ منذری کے حواشی میں ہے کہ رات کی نماز کے بارے میں روایت کی گئی سب سے زیادہ تعداد سترہ رکعت ہے اور یہ رات اور دن کی رکعتوں کی تعداد ہے جب کہ ابن حبان، ابن منذر اور حاکم نے بطریقِ عراک عن ابی ہریرہ مرفوعاً روایت کی کہ وتر پانچ رکعت یا سات رکعت یا نو رکعت یا گیارہ رکعت یا اس سے زیادہ پڑھو۔ حافظ ابن حجر کا کلام ختم ہوا۔ اس سے البانی کے قول ان الحديث بهذه الزيادة اوباكثر من ذلك منكر (اتنی زیادتی یا اس سے مزید اضافہ کی حدیث منکر ہے) کا بطلان ظاہر وواضح ہو گیا کہ یہ قول کسی شئی کی طرف مستند نہیں ہے مگر یہ کہ طاہر بن عمر اور ان کے رواۃ میں سے کسی کے ترجمہ پر البانی مطلع نہ ہو سکا، اور اس سے کہ یہ روایت موقوف روایت کی گئی ہے اور ان باتوں پر کان نہیں دھرا جائے گا باوجود کہ ابن حبان، حافظ ابن حجر اور حافظ عراقی نے اس حدیث کو صحیح فرمایا ہو۔ اور ''طاہر'' جیسا کہ ''سنن بیہقی'' میں ہے وہ ابوالحسین

طاہر بن عمرو بن ربیع بن طارق بن قرہ بن نہیک بن مجاہد ہلالی ہیں مصر میں روایت کی اور حافظ خطیب بغدادی کی کتاب الموضح لاوھام الجمع والتفریق۔ میں اور ابن جوزی کی کتاب تلقیح فھوم اھل الاثر میں ہے کہ طاہر سے ابوالعباس اصم نے روایت کی، اور وہ حبشی بن عمرو ہیں جن سے ابوبکر بن خزیمہ نیشاپوری اور حسن حبیب دمشقی روایت کرتے ہیں۔ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں اس حدیث ''وتر پانچ رکعت یا سات رکعت یا نو رکعت یا گیارہ یا اس سے زیادہ پڑھو'' کو بہ طریق طاہر موفوعاً ذکر فرمایا اور اس کی صحت اسناد کا جزم فرمایا اور اس سنت ثابتہ صحیحہ محکمہ کے رد کے برخلاف ترپن مثالیں اعتبار فرمائی۔

رہی وقف کی بات تو حافظ ابن حجر نے فرمایا: ان وقف من وقفه لایضر (اگر موقوف کرنے والا مطلع ہو تو مضر نہیں) اور امام سیوطی نے المصابیح فی صلاۃ التراویح میں فرمایا کہ اس کی تعداد کے سلسلہ میں علماء مختلف ہیں یعنی تضاد اختلاف کے سبب قسم در قسم اختلاف رونما ہوتے ہیں، اور اگر فعل نبی ﷺ کی تحدید و تعیین ثابت بھی ہو تو اس میں رکعتِ وتر کی عدد اور رکعت رواتب (سنن) کے عدد کی طرح اختلاف نہیں ہوا ہے۔

علامہ شیخ شبیر احمد عثمانی نے فتح الملھم شرح صحیح مسلم میں کہا لیکن رکعتوں کی تعداد کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے ایسی حد بندی نہیں فرمائی کہ اس سے مزید تجاوز جائز ہی نہ ہو، تو یہ نبی ﷺ کے قول صلاۃ اللیل مثنی مثنی (رات کی نماز دو دو رکعت ہے) اور اس قول الصلوٰۃ خیر موضوع فمن استطاع ان یستکثر فلیستکثر (نماز عمدہ شئی ہے جو زیادہ کی استطاعت رکھتا ہو تو ضرور زیادہ نماز پڑھے) کے اطلاق و عموم پر ہے اور اسے طبرانی نے ''الاوسط'' میں عن ابی ہریرہ روایت کی، علقمی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا علامة الصحة (کہ علامت صحت ہے)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ''الفتاویٰ'' جزء اول ص ۱۹۱ میں کہا کہ ثابت ہے کہ ابی بن کعب لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے

، تو کثیر علماء کی رائے ہے کہ یہ سنت ہے کیوں کہ ابن کعب نے انصار و مہاجرین کے درمیان نماز پڑھائی اور کسی نے انکار نہ کیا، اور دوسرے علماء انتالیس رکعت مستحب فرماتے ہیں، اہل مدینہ کے عمل پر بناء کرتے ہوئے۔ ایک گروہ (جماعت) نے کہا کہ اصح الصحیح عربی میں عن عائشہ رضی اللہ عنہا ثابت ہے کہ نبی ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں تیرہ رکعت پر اضافہ نہیں فرماتے تھے اور اصل کے بارے میں لوگوں کو اضطراب ہوا ہے کیونکہ لوگوں نے خلفاء راشدین کی سنت سے ثابت شدہ اور مسلمانوں کے عمل کو حدیثِ صحیح کے معارض گمان و ظن کیا ہے۔

درست و صواب یہ ہے کہ کل کے کل حَسن ہیں جیسا کہ امام احمد نے اس پر نص فرمایا اور یہ کہ قیام رمضان میں عدد کی تحدید و توقیت نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے اس میں عدد کو معین و موقت نہیں فرمایا۔ تو اس وقت رکعتوں میں زیادتی اور کمی قیام کے قصیر (چھوٹا) و طویل ہونے کے اعتبار سے ہوگی، اس لئے کہ نبی ﷺ رات کے قیام کو دراز فرماتے تھے یہاں تک کہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں حدیث حذیفہ عن النبی ﷺ ثابت ہے کہ نبی ﷺ ایک رکعت میں سورۂ بقرہ، سورۂ نساء اور سورۂ آلِ عمران تلاوت فرماتے تھے، تو طویل قیام رکعتوں کی کثرت سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جب نماز پڑھائی تو ان کی اقتداء میں لوگوں کی ایک جماعت تھی کہ ان پر قیام کو طویل کرنا ممکن نہ تھا۔ تو رکعتوں میں اضافہ کر دیا تا کہ یہ طویل قیام کا عوض و بدلہ ہو جائے اور لوگوں نے مذکورہ رکعت کی تعداد کو دو چند کر دیا کیوں کہ نبی ﷺ گیارہ رکعت یا تیرہ رکعت ادا فرماتے تھے پھر اس کے بعد مدینہ کے لوگ طویل قیام کرنے سے ضعیف ہو گئے (اور ان پر شاق گذرنے لگا) تو رکعتوں میں اضافہ کر دیا یہاں تک انتالیس رکعت ہو گئی۔

ابن تیمیہ نے ''الفتاویٰ'' جزء اول ص ۱۴۸ میں کہا کہ نبی ﷺ کی رات کی نماز آپ کی وتر نماز تھی، رمضان اور رمضان کے علاوہ میں گیارہ رکعت یا تیرہ رکعت ادا فرماتے لیکن اسے طویل ادا فرماتے، پھر جب طویل قیام لوگوں پر شاق گزرنے لگا تو

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ابی بن کعب نے لوگوں کو بیس رکعت پڑھائی اس کے بعد وتر پڑھاتے اور قیام خفیف (ہلکا) ادافرماتے تو گویا کہ رکعتوں کو دو چند کرنا طویل قیام کا عوض ہے اور بعض اسلاف کرام چالیس رکعت ادافرماتے اور رکعتوں میں قیام خفیف ہوتا پھر اس کے بعد تین رکعت وِتر ادافرماتے اور بعض اسلاف چھتیس رکعت پھر اس کے بعد وِتر ادافرماتے۔ ''الاختیارات'' میں ہے کہ اگر کوئی تراویح ابوحنیفہ، شافعی اور احمد کے مذہب کے مثل بیس رکعت پڑھا، یا امام مالک کے مذہب کے مثل چھتیس رکعت پڑھا، یا تیرہ رکعت، یا گیارہ رکعت پڑھا تو اس نے اچھا کیا جیسا کہ امام احمد نے رکعتوں کے غیر موقت غیر محدود ہونے کے سبب اس پر نص فرمایا ہے، تو رکعتوں کی کثرت وقلت قیام کے قصیر وطویل ہونے کے اعتبار سے۔ اختیارات کی عبارت ختم ہوئی۔

تو یہ تراویح میں رکعتوں کے غیر محدود ہونے کے بارے میں علماء کے صریح نصوص ہیں اور اس سے البانی کے دعویٰ کا باطل ہونا ظاہر وواضح ہوگیا، البانی کا دعویٰ یہ تھا کہ جس نے تراویح گیارہ رکعت سے زائد پڑھی تو وہ ظہر پانچ رکعت اور سنتِ فجر چار رکعت پڑھنے والے کے مثل ہے اور ایک رکعت دو رکوع اور چند سجدوں سے پڑھنے والے کے مثل ہے۔ ہم تشویشوں اور اسلاف کرام کی تجہیل سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اور ہم خدا سے عافیت اور محبوب وپسندیدہ توفیق کا سوال کرتے ہیں۔

☆☆☆

خلاصۂ بحث

بحث کا خلاصہ مندرجۂ ذیل ہے

۱۔ یزید ابن خصیفہ کی حدیث کی صحت جس میں ہدایت گر ہدایت یاب خلفاء راشدین میں دوئم خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں صحابہ کرام کا بیس رکعت تراویح پڑھنا ثابت ہے اور یہ کہ اس حدیث میں کسی اعتبار سے جائے طعن نہیں اور یہ کہ اس حدیث کو علماء سے تلقی بالقبول حاصل ہے۔

۲۔ اور یہ کہ اس روایت اور امام مالک ''موطاء'' میں عن محمد بن یوسف کی روایت کے درمیان کوئی تعارض نہیں۔

۳۔ یہ کہ حدیثِ عائشہ میں باتفاق علمائے معتبرین قیام لیل میں نہ تو نمازِ تراویح کی تحدید ہے اور نہ ہی اس کے علاوہ کی، بلکہ یہ تمام نوافل مطلقہ سے ہیں۔

۴۔ یہ کہ گیارہ رکعت پر تراویح کی زیادتی کا انکار امام مالک، امام شافعی، امام ترمذی اور امام سیوطی کا مذہب نہیں ہے جیسا کہ البانی نے وہم فاسد کیا اور اپنے رسالہ ''التراویح'' میں اس انکار کو مذکورہ حضرات کی طرف منسوب کیا۔ یہ ادّعا باطل محض ہے جسے ہماری ذکر کردہ صریح نصوص ردّ کر دیتی ہیں۔

۵۔ یہ کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے حضرت علی کی گیارہ رکعت پر تراویح کی زیادتی کے اقرار سے صفائی بیان نہیں کیا ہے جیسا کہ البانی نے گمان کیا۔

لہٰذا علمی بحث لکھنے کا ارادہ کرنے والے پر واجب وضروری ہے کہ لکھنے سے پہلے چھان بین کرے اور اپنی کتاب میں امانت تثبت اور تجرد کا لحاظ رکھے۔

اخیر میں ہم اپنے لئے اور البانی کے لئے خدائے تعالیٰ سے توفیق خیر کا سوال کرتے ہیں اور اللہ مجھے کافی اور بہترین کارساز ہے۔

☆☆☆

صفحات:۲۲۴

سیرت امام شافعی

قیمت:-/80

مؤلف: مفتی شیخ صالح بن سالم باحطاب مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد

فقہائے اسلام امام اعظم ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کا بنیادی کردار تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی چار امام فقہ اسلامی کے صحیح ترجمان، شارح اور برحق فقہی امام ہیں جن کی تقلید کے بغیر قرآن حکیم اور احادیث نبوی کے مطابق زندگی گزارنا کسی بھی ایسے مسلمان کے لیے ممکن نہیں جو دین اسلام کو اپنا حقیقی مذہب مانتا ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ اِن فقہائے اسلام کو اپنا فقہی امام تسلیم کرنے والے مسلمان خود کو حنفی، حنبلی، مالکی اور شافعی ضرور کہتے ہیں مگر ان کی فقہی بصیرت، حالات زندگی اور علمی کارنامے سے تقریباً ناواقف ہیں۔ اِن فقہائے اسلام کی علمی اور عملی زندگی سے واقف کرانے کی غرض سے ہی ''سیرت امام شافعی'' کی تالیف کی ضرورت پیش آئی جس میں امام الأئمہ محمد بن ادریس شافعی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تفصیلی حالات زندگی کے ساتھ حضرات امام اعظم ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل اور امام مالک بن انس رضی اللہ عنہم کی حیات وخدمات کو بھی شامل کیا گیا ہے اور اُن کی فقہی بصیرت، خداداد علمی قابلیت، تعلیمات وکرامات، اجتہاد کی حقیقت، شرائط اجتہاد، تقلید کی تعریف، اس کی ضرورت واہمیت اور ائمۂ اربعہ کی تقلیدی ضرورت پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے۔

کتاب کے شروع میں مفتی محمد اشرف رضا صدیقی حنفی رضوی صاحب کا مقدمہ اور امام شافعی فاؤنڈیشن ممبئی کے رکن جناب اشفاق احمد شریفی شافعی کا قابل مطالعہ ''عرض حال'' بھی شامل ہے۔ الحمدللہ! سیرت امام شافعی پہلی بار جدید کمپوزنگ کتابت اور محتاط تصحیح کے بعد خوب صورت ٹائٹل، عمدہ کاغذ اور معیاری طباعت کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہے۔

ناشر: رضوی کتاب گھر ۴۲۵۔اردو مارکیٹ، مٹیا محل جامع مسجد دہلی۔۶
Ph:.011-23264524-9350505879
باشتراک: امام شافعی فاؤنڈیشن ۷/۴۔امیر باغ نمبر۲ چمبور، ممبئی ۸۹

تفسیر روح البیان
ترجمہ فیوض الرحمٰن

مترجم مکمل مجلد

۳۰ پارے ۱۵ جلدیں قیمت:۵۰۰۰

مفسر ومصنف : علامہ شیخ اسماعیل حقی حنفی ترکی علیہ الرحمۃ والرضوان

مترجم ومرتب : علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی بہاولپوری

حضرت شیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ والرضوان گیارہویں صدی ہجری کے معروف عالم دین اور عارف کامل ہیں۔ تفسیر روح البیان آپ کی علمی زندگی کی تاریخی یادگار ہے۔ یہ متعدد معتبر ومستند تفاسیر کا خلاصہ ہونے کے ساتھ احادیث اور فقہی کتابوں کے حوالوں سے مزین ہے۔ بے شمار معارف وحقائق کا جامع اور اہل علم وعرفان وایمان کے لیے سرمۂ بصیرت ہے۔ اس کا مطالعہ اہل ظاہر وباطن سب کی روحانی غذا ہے۔ عالمانہ طرزِ استدلال، فاضلانہ بحث، محققانہ اسلوب، مؤرخانہ فکرونظر، داعیانہ انداز، مصلحانہ تیور، اس تفسیر کی شناخت ہے۔ یہی سبب ہے کہ ایک زمانے سے محققین ومصنفین اور عوام وخواص طلبہ واساتذہ سبھی اس سے مستفید ہوتے رہے ہیں اور آج بھی اس سے اِستفادے کا سلسلہ اسی ذوق وشوق سے بدستور جاری ہے۔ علمی ودینی مردم خیز خطہ بہاول پور کے ممتاز عالم دین حضرت فیض احمد اویسی صاحب نے اس کا عام فہم سلیس اردو زبان میں رواں ترجمہ کیا ہے۔

رضوی کتاب گھر دہلی سے ۱۵ جلدوں پر مشتمل یہ جامع تفسیر دیدہ زیب خوب صورت ٹائٹل، عمدہ کاغذ، معیاری طباعت کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہے۔

آج ہی آرڈر دیں اور گھر بیٹھے مناسب قیمت پر کتاب حاصل کریں۔

رابطہ کا پتہ رضوی کتاب گھر دہلی
425 اردو مارکیٹ مٹیا محل جامع مسجد دہلی۶ Ph :. 011-23264524

مترجم

شفاء شریف

مجلد

شفائے امراض قلبا ورفکر ودانش اور عشق وعرفان کا ایک نادر مجموعہ

عالم اسلام کے جلیل القدر محقق ومصنف حضرت قاضی ابوالفضل عیاض بن موسی المالکی (متولد ۴۷۶ھ/۱۰۸۳ء اندلس، متوفی ۵۴۴ھ/۱۱۴۹ء مراکش) قاضی القضاۃ غرناطہ (اندلس) کی شہرۂ آفاق فاضلانہ وعارفانہ کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ جس کے حوالہ جات امام نووی، امام عینی، امام ابن حجر عسقلانی جیسے ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں جابجا نقل کیے ہیں۔ جس کی متعدد شرحیں کئی جید علمائے کرام نے تحریر فرمائی ہیں۔ کئی زبانوں میں اس کے ترجمے بھی ہو چکے ہیں اور اب تک جس کے درجنوں ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ اس عظیم کتاب کا مستند ورواں دواں اردو ترجمہ حضرت علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری (لاہور) وحضرت مولانا محمد اطہر نعیمی (کراچی) کے قلم سے منظر عام پر آچکا ہے۔ یہ عاشقانِ رسول کے لئے ایک ایمان افروز تحفہ ہے تو اہل علم وتحقیق کے لئے ایک مستند ماخذ ہے۔

صفحات:1056 قیمت=/300

خصائص رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تصنیف: ڈاکٹر خلیل ابراہیم خاطر (مدینہ منورہ)

ترجمہ: علامہ یٰس اختر مصباحی

رسول اکرم ﷺ کی دنیاوی واخروی خصوصیات وامتیازات نیز امت محمدیہ کے لئے دنیاوی واخروی اعزاز واکرام کے مختلف گوشوں پر مشتمل ایک مستند وایمان افروز کتاب، آیات واحادیث کے حوالوں سے مزین تحریر، جو قلب ونظر کے لئے سرمۂ بصیرت وبصارت ہے۔ اردو، ہندی دونوں زبانوں میں یہ ترجمہ دستیاب ہے۔

صفحات: ۱۸۴ قیمت: 60 روپے

بے شک یہ قرآن راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے (القرآن الکریم)

تفسیر مظہر القرآن

مترجم ومحشی

شیخ الاسلام مفتی شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی سابق شاہی امام وخطیب جامع فتح پوری مسجد دہلی

جلد اوّل: صفحات ۹۶۰ جلد دوم صفحات: ۹۵۰۔ قیمت مکمل سیٹ:-/1000 روپے

قرآن حکیم انسان کی ہدایت کے لیے خالق کائنات کا آخری جامع پیغام، مکمل نظام حیات اور علمی دستورِ زندگی ہے مگر اس کا فہم، ترجمہ وتفسیر کے بغیر ممکن نہیں، اسی لیے ہر دور کے علمائے اسلام نے اپنے اپنے معاشرہ کی ضرورت کے مطابق اپنی مقامی رابطے کی زبان میں اس کا ترجمہ وتفسیر کیا ہے۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فارسی زبان میں قرآنِ حکیم کا ترجمہ فرمایا جب ادبی، عدالتی اور رابطے کی زبان فارسی تھی اور بیسویں صدی عیسوی کے شروع میں چوں کہ عام رابطے اور افہام وتفہیم کی زبان اردو تھی، اس لیے حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد مظہر اللہ نقشبندی دہلوی نے حضرت شاہ صاحب کے اسی فارسی ترجمے کا اُردو ترجمہ فرمایا نیز اس پر تفصیلی حاشیہ بھی تحریر فرمایا۔ ''تفسیر مظہر القرآن'' اسی ترجمہ اور حاشیہ کا مجموعہ ہے۔

تقریباً دو ہزار صفحات پر مشتمل اس کی دونوں جلدیں اب بہترین کمپیوٹر کتابت، محتاط پروف ریڈنگ صاف وسفید کاغذ، خوبصورت ومعیاری طباعت، دیدہ زیب ٹائٹل اور مضبوط جلد بندی کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہے۔

آج ہی آرڈر دیں اور گھر بیٹھے دونوں جلدیں مناسب قیمت پر حاصل کریں۔

رابطہ کا پتہ رضوی کتاب گھر دہلی

425 اردو مارکیٹ مٹیامحل جامع مسجد دہلی۶ Ph :. 011-23264524

تاریخ نجد وحجاز

تصنیف: حضرت علامہ عبدالقیوم ہزاروی

تاریخ نجد وحجاز، تحقیق وتاریخ کی کتابوں میں ایک بیش قیمت اضافہ ہے۔ نجد کی سرزمین سے اٹھنے والی تحریک وہابیت کا تاریخی جائزہ، وہابی معتقدات کا قرآن وسنت کی روشنی میں تجزیہ، نجدی دعوت کے عزائم، خلافت عثمان کی تباہی کی دلخراش داستان، ترکان عثمانی کے خلاف عیسائیوں اور نجدیوں کی سازش کا احوال، مزاراتِ صحابہ، ازواجِ مطہرات، اہل بیت اطہار کا انہدام، حرمین شریفین، طائف وحجاز کے مسلمانوں کا قتل عام، کعبۃ اللہ میں آتش زدگی، گنبد خضریٰ پر وہابی افواج کا حملہ، مولانا محمد علی جوہر، سلیمان ندوی، مفتی کفایت اللہ دہلوی کی رپورٹ، لارنس آف عربیہ کون تھا؟ لارنس آف عربیہ کے شاہ سعود ایران اور دعوتِ وہابیت سے تعلقات، حکومت برطانیہ اور امیر سعودیہ کے درمیان خفیہ معاہدہ، کربلا پر وہابی افواج کا حملہ، مزار حضرت امام حسین اور دیگر شہدائے کربلا کی لوٹ کھسوٹ، چھ سو برس سے ساری دنیا کے مسلمان مشرک (شیخ نجدی) اس لیے مسلمانوں کا قتل عام جائز، ٹوٹے ہوئے مزارِ فاطمہ پر شورش کاشمیری کا گریہ اور نالۂ غم، مزاراتِ مقدسہ کے انہدام پر شاعر مشرق علامہ اقبال کی نوائے درد اور سعودی حکومت سے شکوہ، سیکڑوں اخبارات ورسائل اور بے شمار کتابوں سے ترتیب دی گئی کتاب تاریخ نجد وحجاز ملت اسلامیہ کے دوصد سالہ خونچکاں داستان کی تاریخی دستاویز ہے۔ برسوں سے کتب خانوں کی خاک چھاننے اور کھنگالنے کے بعد مصنف نے کتاب لکھی ہے اور ثبوت، حوالے، شواہد، سبھی تحریک وہابیت کے ہمدردوں کی کتابوں سے حاصل کیے گئے ہیں۔

یہ کتاب بھی رضوی کتاب گھر سے شائع ہونے والی اہم کتابوں میں سے ایک ہے

صفحات: 512 | قیمت:-/120

سنت خیرالانام

مصنف: حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری

فتنۂ انکارِ سنت پر تحلیلی وتنقیدی نظر، منکرین سنت حضرات کی غلط فہمیوں کا ازالہ، شبہات کا رد اور اعتراضات کا جواب، قرآن وسنت کا باہمی ربط، اتباع سنت کے عملی ونقلی دلائل، تدوین احادیث کی تاریخ اور محدثین کرام کے احوال۔ مصنف نے ان تمام باتوں کا جواب انتہائی ٹھوس دلیلوں سے دیا ہے جسے پڑھ کر روح وجد میں آجاتی ہے۔ یہ کتاب بھی رضوی کتاب گھر سے حاصل کریں۔

صفحات: 288 | قیمت -/80

سبع سنابل

مصنف: حضرت سید میر عبدالواحد بلگرامی

کیا شریعت اور طریقت میں کوئی فرق ہے؟ کوئی ٹکراؤ ہے؟ کیا طریقت کی راہ شریعت کی راہ سے الگ ہے؟ کیا تصوف نے شریعت کی مخالفت کی ہے۔ ایسے سیکڑوں سوالات مسلمانوں کے سامنے موجود ہیں اور ان سب کا جواب حضرت سید میر عبدالواحد بلگرامی کی عظیم المرتبت کتاب سبع سنابل ہے۔ دسویں صدی ہجری کی وہ عظیم الشان کتاب جس نے ان ساری پھیلائی گئی غلط فہمیوں کا ازالہ کردیا۔

صفحات: 464 | قیمت:-/120

رضوی کتاب گھر دہلی کی جدید مطبوعات

منازل ولایت

مصنف : علامہ عالم فقری

موضوع : تصوف

زیر نظر کتاب دنیائے تصوف میں ایک گراں قدر اضافہ ہے جس میں انسان کے دل کو روشن کرنے والے تمام روحانی نسخے اور عملی طریقۂ کار مثلاً محبت خدا اور سول، خوف خدا، اخلاص علم وعمل، تقویٰ، خشیت ربانی، صبر، خدا پہ اعتماد، استغفار، فضیلت دعا اور حقیقت وترغیب مجاہدہ تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔

صفحات: ۴۲۸ | قیمت: ۱۰۰/روپے

خطبابِ غزالی (مترجم)

مصنف : حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی

موضوع : وعظ ونصیحت

اس کتاب میں طالبین حق وصداقت اور مبلغین اسلام کے لیے خصوصی ہدایات بیان کیے گئے ہیں۔ یہ توحید، یوم آخرت، نبوت ورسالت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خدا کے حقوق اور بندوں کے آپسی حقوق کا تصوفانہ مجموعہ ہے جسے اخلاقیات کے حوالے سے بڑی شہرت ومقبولیت حاصل ہے۔

صفحات: ۲۲۴ | قیمت: ۸۰/روپے

جانِ جاناں

تصنیف : ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی

موضوع : سیرت

یہ کتاب سیرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایک عظیم قلمی شاہکار ہے جس میں جدید اسلوبِ بیان کا مکمل لحاظ رکھتے ہوئے خلقت محمدی، ظہور قدسی، جشن ولادت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (ابتدا تا انتہا) میلادی رسوم اور عادات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب مختصر ہے مگر انتہائی جامع ہے۔

صفحات: ۲۴۰ | قیمت: ۸۰روپے

سچی حکایات (مکمل)

مصنف : سلطان الواعظین

ابوالنور محمد بشیر صاحب

موضوع : سبق آموز واقعات

زیر نظر کتاب میں کتب احادیث اور دیگر مستند اسلامی کتابوں سے منتخب دلچسپ، مفید، سبق آموز اور عبرت انگیز حکایات کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ جمع کردیا گیا ہے۔ حکایات کے بعد حاصل ہونے والے سبق کو لکھنے کے ساتھ ہر حکایت کو اصل کتاب سے دیکھ کر درج کیا گیا ہے اور اصل کتاب کا نام، صفحہ نمبر اور جلد وغیرہ بھی بیان کردیا گیا ہے۔

صفحات: ۸۰۸ | قیمت: ۱۶۰/روپے

رضوی کتاب گھر دہلی کی جدید مطبوعات

داستانِ کربلا

مصنف : مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی

برسوں پہلے یہ کتاب ''داستانِ حرم۔ ابتلا وآزمائش کے تناظر میں'' کے نام سے شائع ہوئی تھی۔ قارئین کے اصرار کے بعد اس میں مفید اضافے کیے گئے۔ اب یہ کتاب فضائل خلفائے راشدین واہل بیت اطہار، حیثیت امام حسین، حقیقت یزید، واقعات کربلا، واقعات بعد شہادت اور معمولات محرم پر مشتمل بڑی تحقیقی اور اپنے موضوع پر انتہائی جامع کتاب ہے۔

صفحات : ۲۵۰ | قیمت : ۸۰روپے

جانِ خطابت

مصنف : مفتی محمد مصلح الدین قادری

یہ بارہ خطابات کا خوب صورت تحریری چمن ہے جس میں جماعت اہل سنت کے اہم معمولاتی اور نظریاتی موضوعات کو خطابت کا عنوان بنایا گیا ہے۔ یہ کتاب اپنے فائدہ اٹھانے والوں کو مذہبی اردوے معلّٰی کا لسانی ادیب اور شعلہ بار مقرر وخطیب بنا سکتی ہے، مضمون وخیال نگاری کی راہ متعین کرسکتی ہے اور تصنیف وتالیف کی مزاج سازی کا کام بھی کرسکتی ہے۔

صفحات : ۳۴ | قیمت : ۸۰

مکاشفۃ القلوب (اردو)

مصنف : حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی

موضوع : تصوف واخلاق

یہ تصفیۂ قلب، تزکیۂ نفس اور حسن معاشرت جیسے مرکزی موضوعات پر مشتمل نہایت اصلاحی کتاب ہے۔ جس کے تمام مضامین یقینی طور سے شرحِ صدر اور کشف قلوب کا کام کرتے ہیں۔ اندازِ بیان انتہائی دلکش اور مصلحانہ ہے۔ دورِ جدید کے روحانی اور باطنی پریشانیوں سے دوچار انسانوں کے لیے یہ کتاب اکسیر کی حیثیت رکھتی ہے۔

صفحات : ۸۸ | قیمت : ۱۴۰روپے

کشف المحجوب (اردو)

مصنف : حضرت داتا گنج بخش لاہوری

موضوع : تصوف ومعرفت

اس میں علم وتصوف اور معرفت وطریقت کی تعریف واقسام، اہل طریقت صحابہ وخلفائے راشدین، اصحاب صفہ، اہل بیت وائمۂ طریقت سے لے کر طبقۂ تابعین، تبع تابعین، معروف مشائخ عظام کے تذکرے، اہل طریقت کے روحانی مذاہب اور دیگر بے شمار فرقِ طریقت کا ذکر بڑی تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ یعنی یہ تصوف وسلوک کے دورِ اول سے لے کر دورِ آخر تک کی تمام شخصیات، حالات، کوائف اور سلسلۂ نسب مشائخ طریقت کا بہترین مجموعہ کتاب ہے۔

صفحات : ۵۹۲ | قیمت : ۱۴۰روپے

رضوی کتاب گھر دہلی کی جدید مطبوعات

امام شعرو ادب

مصنف : محمد وارث جمال قادری

یہ کتاب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی کی علمی، ادبی، تحقیقی اور فنی خدمات پر لکھی جانے والی کتابوں میں ایک خوب صورت تحقیقی وتجزیاتی اضافہ ہے اور حضرت رضا بریلوی کے شعری محاسن اور ادبی وفنی خوبیوں پر مشتمل اپنے طرز کی ایک منفرد قابل مطالعہ کتاب ہے۔

صفحات : ۱۲۸ قیمت : ۴۰

چند کفری اشعار پر شرعی گرفت

مصنف : مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا قادری نوری

مترجم : مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

۱۹۲۵ء کے شروع میں لاہور کے ایک اخبار "زمیندار" میں مسٹر ظفر علی خاں کے چند کفری اشعار شائع ہوئے تھے۔ اس تعلق سے حضرت مفتی اعظم ہند سے استفتا کیا گیا جس پر آپ نے ایک تفصیلی فتوی تحریر فرمایا، وہ جوابی فتوی اس اخبار کی کفریات کے ساتھ دوسرے تمام شعری ونثری کفریات کے تحقیقی، شرعی اور تنقیدی جائزے پر مشتمل ہے۔ اس کا اصل نام سیف الجبار علی کفر زمیندار ہے۔

صفحات : ۶۴ قیمت : ۲۵ روپے

سید سلیمان اشرف بہاری۔ حیات وخدمات

مصنف : محمد علی اعظم خاں قادری

صوبۂ بہار کی دو عظیم علمی ومذہبی شخصیات کے نام کے ساتھ لازمی طور سے "بہاری" کا لاحقہ ضرور ہوتا ہے، ایک ملک العلماء مفتی محمد ظفر الدین قادری بہاری اور دوسرے حضرت سید سلیمان اشرف بہاری سابق پروفیسر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمۃ والرضوان المبین، النور، الارشاد، النہار، الحج جیسی انتہائی معلوماتی کتابوں کے مصنف اور دنیائے سنیت کے عظیم محقق، ادیب اور خطیب ہیں۔ یہ کتاب آپ کی حیات وخدمات پر مشتمل ہے۔

صفحات : ۸۰ قیمت : ۳۰ روپے

کربلا کا مسافر

مرتب : علامہ مشتاق احمد نظامی

موضوع : شہادت امام حسین

یہ کتاب جماعت اہل سنت کے نو عظیم اہل قلم علمائے کرام کی تحقیقی وعلمی تحریروں کا خوب صورت مجموعہ ہے۔ اکثر تحریریں محمود عباس کی "خلافت معاویہ ویزید" اور "تحقیق سید وسادات، تحقیق مزید، سادات بنو امیہ اور یزید، رشید ابن رشید جیسی خارجی مزاج کتب کے رد میں لکھی گئی ہیں۔ سب کی افادیت کے پیش نظر خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان نے انہیں "کربلا کا مسافر" کے نام سے ترتیب دی ہے۔

صفحات : ۲۰۸ قیمت : ۷۰ روپے